ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

18

5 تا 11 شعبان المعظم 1438ھ/ 2 تا 8 مئی 2017ء

اس شمارے میں

مسئلہ کشمیر

حضور ﷺ کے لیے خیرِ کثیر کی خوش خبری

دین پر سمجھوتہ ناممکن

مطالعۂ کلامِ اقبال

پانامہ کیس: سپریم کورٹ کا فیصلہ

مل گئی اس کو جو بینائی!

ہم کشمیریوں کا امتحان کب تک لیں گے؟

کلیۃ القرآن لاہور کی سالانہ تقریب تکمیل بخاری شریف ودستار بندی

تنظیم اسلامی کی دعوتی سرگرمیاں

ایمان: ایک مکمل اسلوب حیات

ایمان جرأت وشجاعت پیدا کرنے والا، حیرت انگیز انقلاب برپا کرنے والا، بند دروازوں کو کھولنے والا اور ہر چہار جانب رہنمائی کرنے والا روشن مینار ہے۔

ہمارا مطلوبہ ایمان محض ایک شعار اور دعوت ہی نہیں بلکہ وہ ایک مکمل اسلوبِ حیات ہے، فرد کے لئے بھی اور قوم کے لئے بھی۔ نہایت تیز روشنی ہے جو فرد کی دنیائے فکر وارادہ کو منور کرتی ہے اور جب اس کی شعاعیں معاشرہ پر پڑتی ہیں تو اس کی رگوں میں خونِ زندگی دوڑنے لگتا ہے۔ اس کے رگ وپے میں امن وعافیت سرایت کرتی چلی جاتی ہے۔ وہ مریض ہوتا ہے اور دوائے ایمان اسے شفایاب کردیتی ہے بلکہ وہ مرچکا ہوتا ہے اور اکسیرِ ایمان اسے حیاتِ نو بخش دیتی ہے۔ سچ ہے کہ ایمان رموزِ الٰہی کا رازدان ہوتا ہے۔ وہ جب کسی چیز کو کہتا ہے تو وہ وجود میں آجاتی ہے۔

حقیقی ایمان پوری زندگی پر اپنے نقوش واثرات مرتب کرتا ہے اور اسے صبغۃ اللہ میں رنگ دیتا ہے۔ انسان کے افکار ونظریات، اس کے جذبات واطوار سب اطاعتِ الٰہی اور بندگیٔ رب کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہوتا جس پر یہ رنگ گہرا نہ ہو۔ صبغة اللّٰه و من احسن من اللّٰه صبغة......

وہ قوم جو ایمان سے منور زندگی بسر کرنا چاہتی ہے اسے اپنے جملہ اصول ومناہج تقاضائے ایمان کے مطابق بدلنا ہوں گے اور ہر اس چیز سے دستکش ہونا پڑے گا جو نورِ ایمان کا راستہ روکنے والی ہو۔ اگر کوئی قوم یہ قربانی نہیں دیتی مگر اسلام وایمان کا دعویٰ کرتی چلی جاتی ہے تو اس کے دعویٰ کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ دعویٰ بلادلیل ہے۔ اے اللہ! امتِ مسلمہ کی صراطِ ایمان کی طرف رہنمائی فرما۔

علامہ یوسف القرضاوی

الھدیٰ (753)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

سورۃ مریم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 1 تا 4

کٓہٰیٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا ﴿۲﴾ اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ وَہَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ وَ اشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَیۡبًا وَّ لَمۡ اَکُنۡۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ﴿۴﴾

آیت ۱ ﴿کٓہٰیٰعٓصٓ ①﴾ ’’ک‘ ہ‘ ی‘ ع‘ ص‘‘۔

قرآن مجید کی یہ واحد سورت ہے‘ جس کے آغاز میں اکٹھے پانچ حروفِ مقطعات ہیں۔

آیت ۲ ﴿ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَہٗ زَکَرِیَّا ②﴾ ’’یہ ذکر ہے آپؐ کے رب کی رحمت کا جو اُس نے اپنے بندے زکریاؑ پر کی۔‘‘

یہاں ذکر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کرنا مقصود ہے مگر آپؑ کے ذکر سے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے‘ کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت بھی تو ایک بہت بڑا معجزہ تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور آپؑ کی اہلیہ بھی نہ صرف بوڑھی تھیں بلکہ عمر بھر بانجھ بھی رہی تھیں۔ ان حالات میں ان کے ہاں بیٹے کی پیدائش کوئی معمول کا واقعہ نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کو یہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاص کا مظہر قرار دیا گیا ہے۔

آیت ۳ ﴿اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ③﴾ ’’جب اُس نے پکارا اپنے رب کو چپکے چپکے۔‘‘

یعنی حضرت زکریا علیہ السلام نے دل ہی دل میں اپنے رب سے دعا کی۔

آیت ۴ ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ وَہَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ﴾ ’’اُس نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! بلاشبہ میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں‘‘

﴿وَ اشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَیۡبًا﴾ ’’اور میرا سر بھڑک اُٹھا ہے بڑھاپے سے‘‘

یعنی بڑھاپے کے سبب میرے سر کے بال مکمل طور پر سفید ہو گئے ہیں۔

﴿وَّ لَمۡ اَکُنۡۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ④﴾ ’’اور اے میرے پروردگار! میں تجھے پکار کر کبھی بھی نامراد نہیں رہا۔‘‘

چنانچہ آج میں بڑی ہمت کر کے تجھ سے ایک بہت ہی غیر معمولی دعا کرنے جا رہا ہوں۔ دُنیوی حالات اور طبعی قوانین کے اعتبار سے تو ایسا ہونا ممکن نہیں‘ مگر تو چاہے تو ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے۔

فرمان نبویؐ

مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت

عَنۡ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:

((مَنِ اغۡتِیۡبَ عِنۡدَہٗ اَخُوۡہُ الۡمُسۡلِمُ وَھُوَ یَقۡدِرُ عَلٰی نَصۡرِہٖ فَنَصَرَہٗ نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ فَاِنۡ لَّمۡ یَنۡصُرۡہُ وَھُوَ یَقۡدِرُ نَصۡرِہٖ اَدۡرَکَہُ اللّٰہُ بِہٖ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ)) (رواہ البغوی فی شرح السنہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص کے سامنے اس کے کسی مسلمان بھائی کی غیبت اور بدگوئی کی جائے اور وہ اس کی نصرت و حمایت کر سکتا ہو تو کرے (یعنی غیبت و بدگوئی کرنے والے کو اس سے روکے یا اس کا جواب دے اور مداخلت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا اور اگر قدرت حاصل ہونے کے باوجود وہ اس کی نصرت و حمایت نہ کرے (نہ غیبت کرنے والے کو غیبت سے روکے‘ نہ جوابدہی اور مدافعت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کو اس کی کوتاہی پر پکڑے گا (اور اس کی سزا دے گا)۔

تشریح: ایک بندہ مسلم کی عزت و آبرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر محترم ہے اور دوسرے مسلمان پر اپنے مسلمان بھائی کا دفاع کس درجہ ضروری ہے؟ اس کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

5 تا 11 شعبان 1438ھ — جلد 26
2 تا 8 مئی 2017ء — شمارہ 18

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ کشمیر

مسئلہ کشمیر گزشتہ ستر سال میں پاکستان اور بھارت کے درمیان چار باقاعدہ جنگوں اور سینکڑوں سرحدی جھڑپوں کا باعث بن چکا ہے۔ اس مسئلہ نے کیوں جنم لیا؟ اس کے لیے تاریخ میں جھانکنا پڑے گا۔ 1846ء میں انگریزوں سے ایک معاہدہ کے تحت مہاراجہ گلاب سنگھ نے پچھتّر لاکھ روپے ادا کر کے حقیقت میں وادیٔ کشمیر انگریزوں سے خرید لی تھی۔ 1857ء کی جنگ آزادی ناکام ہوگئی۔ ریاست کے راجہ نے انگریز سے اپنی وفاداری قائم رکھی۔ تقسیم ہند کے وقت یہ طے ہوا کہ ہندوستان کے جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہوگی وہ پاکستان کا حصہ بنیں گے اور غیر مسلم آبادی والے علاقے بھارت کا حصہ بنیں گے اور ریاستیں اپنا فیصلہ خود کریں گی۔ حیدر آباد دکن نے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کیا۔ کانگرسی لیڈروں اور مہاراجہ ہری سنگھ کے درمیان کشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کے حوالہ سے مذاکرات ہوئے۔ بھارت کا دعویٰ ہے کہ راجہ نے کشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کا معاہدہ کر لیا تھا۔ اگرچہ مہاراجہ ہری سنگھ کے بیٹے نے کچھ عرصہ پہلے بھارتی لوک سبھا میں تقریر کرتے ہوئے اس معاہدے کی حتمی توثیق کو قبول نہیں کیا۔ پاکستان نے بھی بار بار بھارت کو چیلنج کیا ہے کہ وہ اس معاہدے کو منظر عام پر لائے لیکن بھارت ایسا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ مسئلہ کشمیر کے حوالے سے دوسری اہم ترین بات یہ ہے کہ بھارت اور کشمیر میں زمینی رابطہ صرف ضلع گورداسپور سے ہے۔ اس ضلع میں بھی مسلمانوں کو اکثریت حاصل تھی۔ تقسیم ہند کے طے شدہ اصولوں کے مطابق یہ ضلع پاکستان کو ملنا چاہیے تھا لیکن انگریز نے صریحاً بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس ضلع کو بھارت کے حوالے کر دیا۔ ظاہر ہے اگر بھارت کا کشمیر سے زمینی رابطہ نہ ہوتا تو کشمیر پر بھارت کا کنٹرول ناممکن ہو جاتا۔ اس نقطۂ نظر میں بھی جان ہے کہ برطانوی سامراج نے جان بوجھ کر پاکستان اور بھارت کو لڑانے کے لیے مسئلہ کشمیر کو جنم دیا تھا۔ کیونکہ دنیا میں اس وقت کمیونزم پوری قوت سے پھیل رہا تھا۔ سوویت یونین اس کا مرکز تھا اور اسے برصغیر کی ایک قسم کی ہمسائیگی حاصل تھی۔ اگر پاکستان اور بھارت کے مابین کوئی تنازعہ نہ ہوتا اور قائداعظم کی خواہش کے مطابق پاک بھارت تعلقات امریکہ اور کینیڈا کی طرز پر استوار ہو جاتے اور وہ اقتصادی اور عسکری لحاظ سے ایک قوت بن کر سوویت یونین کے دست و بازو بن جاتے تو مغرب اور سرمایہ دارانہ نظام کا اس خطے میں جنازہ اٹھ جاتا۔ لہٰذا سفید سامراج یعنی امریکہ اور مغرب نے مل کر یہ سازش کی اور پاکستان اور بھارت کے درمیان ایسا تنازعہ کھڑا کر دیا کہ وہ کبھی قریب نہ آسکیں۔ واللہ اعلم

قائداعظم کے بعض ناقدین کا دعویٰ ہے کہ شیخ عبداللہ سے ملاقات کرنے میں قائداعظم کی انا حائل نہ ہوتی اور قائداعظم ان سے ملاقات کے لیے راضی ہو جاتے تو کشمیر کی صورت حال بدل جاتی۔ ہم اس سے مکمل طور پر اختلاف کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قائداعظم کو جو انسان شناسی کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ یہ شخص قابل اعتبار نہیں اور کسی بھی وقت دھوکہ دے سکتا ہے۔ بہرحال اس سب کچھ کے باوجود کشمیر اتنی آسانی سے بھارت کی گود میں نہ گرتا اگر ڈگلس گریسی قائداعظم کا حکم ماننے سے انکار نہ کر دیتا۔

بھارت نے یہ ڈھنڈورا پیٹ کر کہ مہاراجہ نے کشمیر کا الحاق بھارت کے ساتھ کر دیا ہے، اپنی افواج کشمیر میں اُتار دیں۔ اس کے بعد غلطیوں کا ایک سلسلہ ہے جن کا ارتکاب پاکستان کے حکمرانوں نے کیا جس سے کشمیر پر بھارت کا قبضہ اور تسلط مستحکم ہوتا چلا گیا۔ 62ء میں ہند چینی جھڑپوں کے دوران بھارتی فوج نے کشمیر خالی کر دیا

تھا۔ چین پُر زور انداز میں اصرار کرتا رہا کہ موقع ہے آپ کو کشمیر میں واک اوور مل جائے گا لیکن ایوب خان نے امریکہ کی اس یقین دہانی سے دھوکہ کھایا کہ اس جنگ کے بعد وہ کشمیر کے حوالہ سے بھارت پر اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے یہ مسئلہ حل کروادے گا۔ پھر 1965ء میں کشمیر کی اندرونی صورتحال کو سمجھے بغیر اور اپنے لیے وہاں حالات سازگار اور موافق کیے بغیر اور کشمیریوں کو ذہنی طور پر آمادہ کیے بغیر وہاں اپنے کمانڈوز بھیج دیے۔ کشمیر میں ان کمانڈوز کو تعاون حاصل نہ ہوا۔ بھارت نے انٹرنیشنل بارڈر پر جنگ چھیڑ کر پاکستانی افواج کو کشمیر سے پسپائی پر مجبور کردیا۔ پاکستان کے پاس پلان نمبر 2 تھا ہی نہیں کہ تمام بارڈرز پر کھلی جنگ کی صورت میں سٹرٹیجی کیا ہوگی۔ جنگ بندی کے بعد امریکہ نے اس مرتبہ سوویت یونین کا تعاون حاصل کیا اور تاشقند میں مذاکرات میں الجھا کر ایک بار پھر بھارت کو صاف بچ نکلنے کا موقع مہیا کردیا۔ 1965ء کی جنگ میں بھارت کو کچھ دھچکے لگے تھے، پاکستان کے فوجی حکمرانوں نے بجائے اس کے کہ وہ اعتراف کرتے کہ ان کا آپریشن جبرالٹر اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی جنگ میں وہ کشمیر کا مسئلہ حل کرنے میں بری طرح ناکام ہوئے ہیں، جنگ میں اپنی فتح کے شادیانے بجانے شروع کردیے۔

اس جنگ کے دوران مشرقی پاکستان کے دفاع کو بری طرح نظرانداز کیا گیا تھا۔ بھارت نے اپنے ایجنٹ شیخ مجیب الرحمٰن کے ذریعے زبردست پروپیگنڈا کیا۔ مشرقی پاکستان کے مالی اور سیاسی استحصال کا مسئلہ پورے زور سے اٹھایا اور چھ سال کی قلیل مدت میں ایک جنگ پاکستان پر مسلط کی اور پاکستان کو شکست وریخت سے دوچار کردیا۔ مسئلہ کشمیر کھٹائی میں پڑ گیا اور مغربی پاکستان کے دفاع پر بھی سوالیہ نشان لگ گیا۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ اگر مغربی پاکستان کا قائم رہ جانا اس خطے میں امریکی مفاد میں نہ ہوتا تو مغربی پاکستان بھی نہ بچ سکتا۔ اس بات کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مغربی پاکستان کا محفوظ رہنا اللہ رب العزت کی مشیت میں تھا، گویا اللہ کا فیصلہ تھا جس پر اس دنیا میں یوں عملدرآمد ہوا کہ امریکہ نے اسے اپنا مفاد جانا۔ اللہ اپنے فیصلوں کے نفاذ کے لیے جیسے چاہے اور جس سے چاہے کام لے۔ بہرحال کشمیر اب بھولا بسرا مسئلہ تھا۔

1980ء کی دہائی شروع ہونے سے پہلے سوویت یونین نے افغانستان میں فوجیں داخل کرنے کی حماقت عظمیٰ کا ارتکاب کیا۔ امریکہ نے اسے سوویت یونین اور اشتراکیت پر کاری ضرب لگانے کا سنہری موقع سمجھا۔ یک دم امریکہ کو اسلام اور مسلمانوں سے محبت پیدا ہوگئی۔ دنیا بھر میں جہاد کی صدا لگائی گئی' سرمایہ' اسلحہ اور تکنیکی مدد امریکہ نے کی اور جانوں کے نذرانے جہادیوں نے پیش کیے۔ پاکستان نے اگرچہ امریکی امداد کو اپنے لیے مونگ پھلی قرار دیا بہرحال قبول کرلی اور اپنے بازو امریکیوں اور جہادیوں کے لیے کھول دیے۔ سوویت یونین شکست وریخت سے دوچار ہوا۔ پاکستان کی حکومت اور عوام نے اسے اپنا کارنامہ قرار دیا۔ یہ سوچ پیدا ہوئی کہ یہ کام کشمیر میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھول گئے کہ افغانستان میں امریکی سرمایہ' اسلحہ اور تکنیکی امداد پشت پر تھی' کشمیر میں ایسا کچھ بھی نہ تھا۔ بلکہ امریکہ صفِ مخالف میں تھا۔ بہرحال کشمیر میں ایک بار پھر بھارتی افواج اور حکومتی مفادات پر مجاہدین کے حملے شروع ہوگئے۔ بھارتی حکومت نے مقابلے میں یہ سٹرٹیجی اپنائی کہ جس علاقہ میں فوجی کانوائے پر حملہ ہوتا۔ آس پاس کی آبادی کو نیست ونابود کردیتے۔ لہٰذا ایسی گوریلا کارروائیاں مسلمانوں کو بہت مہنگی پڑیں اور منزل دور ہوتی محسوس کی گئی۔ 1990ء کی دہائی شروع ہوتے ہی کشمیریوں کی احتجاجی تحریک نے پھر کسی قدر رخ بدلا۔ اب اگرچہ عوامی اور مقامی سطح کی تحریک تھی جو جدید اسلحہ سے لیس بھارتی فوج کا اینٹوں اور پتھروں سے مقابلہ کرتے تھے لیکن گوریلا جنگ بھی کمتر سطح پر جاری رہی۔

نائن الیون کے بعد خوفزدہ پرویز مشرف نے' آپ کہہ سکتے ہیں کہ صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ہمارا اب کشمیر کی تحریک سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن کشمیری عوام اب سڑکوں پر ہجوم کی صورت میں آنا شروع ہوچکے تھے۔ برہان مظفر وانی نے بھارتی غاصبوں کے خلاف اچانک نئے انداز سے جہاد کیا۔ اس نے جسمانی طور پر متحرک ہونے کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا پر کشمیری عوام کے جذبہ آزادی کو بھڑکانے کی بڑی منظم کوششیں شروع کردیں۔ بھارت نے برہان وانی کو شہید کردیا لیکن شہید برہان وانی بھارت کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ اب گھر گھر سے وانی نکل رہا تھا۔ جب تحریک نے یہ صورت اختیار کی تو بھارتی حکومت کی کیفیت جنونی ہوگئی۔ اس نے کشمیریوں پر وہ ظلم وستم ڈھایا کہ کم ازکم جدید دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ پیلٹ گن استعمال کی گئی جس سے سینکڑوں کشمیری اندھے ہوگئے، بہت سوں کی بینائی بری طرح متاثر ہوئی۔ پیلٹ گن کا سیسہ کشمیریوں کے جسم میں داخل ہوجاتا ہے اور نئی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں۔ کشمیری بھی کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ موت کا خوف جاتا رہا ہے۔ ظلم نے تحریک میں اور شدت پیدا کردی ہے۔ اب ہر شہید کے تابوت کو پاکستان کے پرچم میں لپیٹتے ہیں۔ پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں' کشمیر کا اس وقت مقبول ترین نعرہ ''پاکستان سے رشتہ کیا' لا الٰہ الا اللہ'' ہے۔ کشمیر میں بھارت کا ظلم وستم اور درندگی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اس کے پُشتی بان برطانیہ اور امریکہ بھی چیخ اٹھے ہیں۔ لیکن بھارت کے تیور صاف نظر آرہے ہیں کہ وہ کشمیریوں کو نیست ونابود کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کشمیر چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

اب آئیے اس اہم ترین سوال کی طرف جو ہر پاکستانی سے متعلق ہے۔ اس پر غور کریں کشمیریوں کا نعرہ کہ پاکستان سے ہمارا رشتہ کلمہ توحید کی بنیاد پر ہے لیکن اگر پاکستان میں ہی عملی طور پر کلمہ طیبہ نظر نہ آیا، نہ سیاست میں، نہ معاشرت میں، نہ معیشت میں تو پھر وہ اپنا رشتہ کس سے قائم کریں گے؟ ذرا چشم تصور سے دیکھیں پاکستان ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست ہے' جس میں قرآن وسنت کو بلا استثناء بالادستی حاصل ہے' جس سے ملک کے ہر شعبہ میں عدلِ اجتماعی قائم ہوجاتا ہے، پاکستان جنت نظیر ریاست بن جاتی ہے۔ کیا پھر کشمیریوں کے جذبہ حریت اور پاکستان سے آملنے کی خواہش پوری بھارتی فوج بھی روک سکے گی؟ ہرگز نہیں۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ ایسی صورت میں کشمیریوں کی یہ تحریک خود بھارت کی سلامتی کو بہالے جائے گی۔ بھارت مجبور ہوجائے گا کہ وہ اپنی مکمل ٹوٹ پھوٹ کو بچانے کے لیے کشمیر سے نکل آئے۔ گویا اہلِ پاکستان کے کندھوں پر پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے حوالہ سے ڈبل بوجھ ہے۔ اسی صورت میں نظریۂ پاکستان کی تکمیل ہوگی اور اسی صورت میں برصغیر کی تقسیم کا نامکمل ایجنڈا پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے گا یعنی کشمیر بھارت کے وحشیانہ ظلم وستم سے نجات پا کر پاکستان کا حصہ بن سکے گا۔ اور اہم ترین بات یہ کہ یہی جدوجہدان کی اخروی نجات کا باعث بھی بنے گی۔

حضور ﷺ کے لیے خیرِ کثیر کی خوشخبری

دین پر سمجھوتہ ناممکن

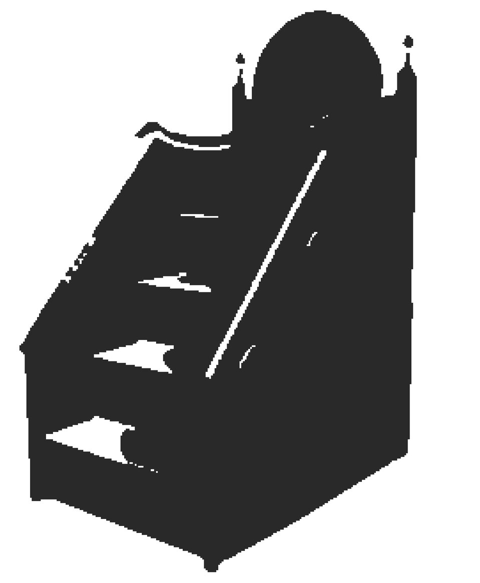

سورۃ الکوثر اور سورۃ الکافرون کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 21 اپریل 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

آج ان شاء اللہ ہم سورۃ الکوثر کا مطالعہ کریں گے۔

قرآن مجید میں تین سورتیں (سورۃ العصر، سورۃ النصر اور سورۃ الکوثر) ایسی ہیں جو تین تین آیات پر مشتمل ہیں۔ لیکن ان تین سورتوں میں سے بھی سورۃ الکوثر سب سے زیادہ مختصر ہے۔ یعنی یہ قرآن مجید کی سب سے مختصر ترین سورت ہے۔ لیکن اپنی جامعیت اور ندرت کلام میں ایسی بے مثال اور مدلل کہ انسانی ذہن اس کی رفعتوں کو چھو بھی نہ سکے۔ یہ قرآن کا خاص اعجاز ہے کہ جب مشرکین کو یہ چیلنج دیا گیا کہ تم کہتے ہو کہ قرآن محمد ﷺ (یعنی انسان) کا کلام ہے تو کسی ایک سورت جیسی کوئی سورت ہی بنا لاؤ۔ لیکن کسی نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے کوشش تک نہیں کی۔ حالانکہ قریش میں عربی زبان و ادب کے وہ ماہرین اور قادر الکلام شاعر بھی موجود تھے جو شعر کی تمام اصناف میں طبع آزمائی کر چکے تھے، ان کا کلام خانہ کعبہ میں تحریری طور پر ہر وقت موجود رہتا تھا اور ان کے یہ نادر پارے ''سبعہ معلقہ'' کہلاتے تھے۔ لیکن کسی نے قرآن کا یہ چیلنج قبول نہیں کیا کیونکہ انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ انسانی کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ محض جھوٹی انا، تکبر اور کفر کے نظام سے وابستہ اپنے مفادات کی خاطر وہ مخالفت کر رہے تھے۔ حالانکہ جب قریش کے وہ سردار قرآن کو سنتے تھے تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکل جاتا تھا کہ ''مَا هٰذَآ قَوْلُ الْبَشَرِ'' ''یہ انسانی کلام نہیں ہے۔'' یہ قرآن کا ہی اعجاز تھا کہ مشرکین انتہائی مخالفت کے باوجود اس کی حقانیت کے سامنے عاجز تھے اور قرآن کے اس اعجاز کی ایک جھلک سورۃ الکوثر میں بھی واضح دکھائی دیتی ہے کہ قرآن کی مختصر ترین سورت ہونے کے باوجود اپنے اندر علم کا ایک سمندر سموئے ہوئے ہے کہ جس کا احاطہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

سورۃ الکوثر کا شان نزول یہ ہے کہ سرداران قریش جو پہلے دن سے ہی نبی اکرم ﷺ کی مخالفت کر رہے تھے، آپ ﷺ کو تنگ کرنا، ایذا پہنچانا، آپ ﷺ کا مذاق اُڑانا اور ہر طریقے سے آپ ﷺ کو اذیت پہنچانا ان کا وطیرہ بن چکا تھا، بعض اوقات جسمانی تشدد پر بھی اُتر آتے تھے مگر اب وہ شدید ذہنی اذیت پہنچانے کے لیے یہ پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ ابتر ہیں (معاذ اللہ)۔ یعنی ان کی تو کوئی نرینہ اولاد ہی نہیں ہے۔ چونکہ حضور ﷺ کی چار بیٹیاں (زینبؓ، ام کلثومؓ، فاطمہؓ اور رقیہؓ) تھیں اور تین بیٹے تھے

مرتب: ابوابراھیم

(قاسمؓ، عبداللہؓ اور ابراہیمؓ) لیکن ان تینوں بیٹوں کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا تو اس پر مشرکین میں سے بعض دریدہ دہن لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ان کی تو نسل آگے چلے گی ہی نہیں، لہٰذا یہ ابتر ہیں۔ یعنی بے شک یہ (آپ ﷺ) اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں لیکن ان کے بعد یہ سلسلہ آگے چلنے والا نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو تسلی دی اور اس تسلی میں جو بشارت کا سامان ہے وہ اس سورت کا موضوع ہے۔

﴿اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱﴾ ''(اے نبی ﷺ!) ہم نے آپؐ کو خیر کثیر عطا کیا۔''

کوثر کا لفظ کثرت سے ہے جس کے معنی ہیں بہت زیادہ بھلائیاں، خوبیاں اور اتنا خیر کثیر کہ جس کو شمار نہ کیا جا سکے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اتنا زیادہ اور بے حساب خیر کثیر عطا کیا ہے کہ جس کا کوئی شمار نہیں، جس کا کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ بعد میں مدنی دور میں سورۃ الاحزاب میں یہ آیت بھی نازل ہوئی کہ: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ''(دیکھو!) محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں'' ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ﴾ ''بلکہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔'' (آیت: 40)

یعنی یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹیاں تو ہیں لیکن بیٹا کوئی نہیں ہے۔ یہ اللہ کی حکمت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ کا نام لیوا کوئی نہیں ہوگا۔ اس وقت عربوں میں ایک تصور تھا کہ کسی کی اگر نرینہ اولاد نہ ہو تو اس کی موت کے بعد اس کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں معاملہ بڑا مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴﴾ ''اور ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔'' (الم نشرح)

آج پوری دنیا میں سب سے زیادہ اگر کسی شخصیت کا ذکر ہے تو وہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پوری دنیا میں آپ ﷺ کے وارث کثیر تعداد میں موجود ہیں جو اپنے ماں باپ سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کرنے والے اور آپ ﷺ کی شان اور عزت و آبرو کے لیے اپنی جان تک نچھاور کرنے والے ہیں۔

خیر کثیر کا اصل مفہوم کیا ہے؟ اس حوالے سے 26 اقوال معروف ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ معروف حوض کوثر ہے۔ جس کے بارے میں سب لوگ جانتے ہیں کہ جب میدان حشر میں قیامت کا سماں ہوگا، خوف اور دہشت کے مارے لوگ حواس باختہ ہو رہے ہوں گے۔ شدت کی پیاس ہوگی، اور لوگ پکار رہے ہوں گے کہ کب یہ سخت ترین گھڑی ختم ہوگی اور اگلا مرحلہ آئے گا۔ احادیث میں اس کی تفاصیل آتی ہیں تو رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ سورج سوا نیزے پر ہوگا اور انسان اپنے پسینے میں گردن

تک غرق ہوگا۔ یعنی ان شدید ترین حالات میں نبی اکرم ﷺ اپنے سچے اُمتیوں کو حوض کوثر سے پلائیں گے اور اس کی تاثیر یہ ہوگی کہ پھر جنت میں داخلے تک انہیں پیاس ستائے گی نہیں۔ گویا کہ اس وقت پوری نوع انسانی کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی شخصیت کے ایک غیر معمولی پہلو کا ظہور ہوگا اور اس اُمت کے ان لوگوں کا مقام و مرتبہ بھی ظاہر ہوگا جو حضور ﷺ کے سچے اُمتی ہوں گے۔ جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ ''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے'' (آل عمران: 110)

لیکن اس مرتبے پر وہی مسلمان فائز ہوگا جو اس کی شرائط پوری کرے گا۔ بہر حال خیر کثیر سے مراد حوض کوثر بھی ہے۔ دوسرے مفاہیم میں قرآن بھی ایک خیر کثیر ہے جو آپ ﷺ کو عطا ہوا۔ اس کے علاوہ بیت اللہ کے لیے بھی کوثر کا لفظ آیا ہے کیونکہ وہ بھی حکمت، معرفت، توحید اور خیر کثیر کا بہت بڑا مرکز ہے۔ اس کے بعد حکمت (دانائی) کو بھی کوثر کہا گیا ہے۔ کیونکہ: ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ﴾ ''اور جسے حکمت دے دی گئی اسے تو خیر کثیر عطا ہو گیا۔'' (البقرہ: 269)

یہ سب کے سب خیر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیے اور وہ بھی جن کا انسانی ذہن احاطہ نہیں کرسکتا۔

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲﴾ ''پس آپؐ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کیجیے اور قربانی کیا کیجیے۔''

یعنی آپ ﷺ اس خیر کثیر پر شکرانے کے طور پر نماز پڑھا کیجیے اور قربانی کیا کیجیے۔ گویا اس میں پوری اُمت کے لیے بھی رہنمائی ہے کہ اللہ کی نعمتوں پر شکر کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر بھی ہم اسی ترتیب سے پہلے شکرانہ کے دو رکعت نماز عید ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد پھر قربانی کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاں یہ دونوں چیزیں مقبول ہیں۔

مشرکین مکہ بھی یہ دونوں کام کرتے تھے۔ ان کے ہاں نماز کا ایک بگڑا ہوا تصور بھی موجود تھا جس میں سیٹیاں بجانا، رقص اور چیخ و پکار شامل ہوتی تھی۔ اسی طرح وہ قربانی بھی کرتے تھے لیکن یہ سب کام وہ اپنے بتوں کے لیے کرتے تھے، انہی بتوں کو نذرانے پیش کرتے تھے اور انہی کے لیے ان کی ساری عبادات ہوتی تھیں۔ لیکن مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے لازم کر دیا کہ وہ صرف اللہ ہی کے لیے عبادت بھی کریں اور قربانی بھی اسی کے لیے دیں۔ اُسی کی رضا کے لیے غریب، مسکین، مفلس اور محتاج پر اپنا مال خرچ کریں اور بدلے میں صرف اللہ ہی سے اجر چاہیں۔

﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳﴾ ''یقیناً آپ (ﷺ) کا دشمن ہی جڑ کٹا ہوگا۔''

اَبْتَر کے معنی ہیں جڑ کٹا، جس کا آگے پیچھے کوئی نہ رہے۔ مشرکین آپ ﷺ کو ابتر کہہ رہے تھے لیکن اصل میں جڑ خود ان کی کٹ گئی۔ مولانا مودودیؒ نے اس حوالے سے بہت خوبصورت انداز میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کی یہ پیشن گوئی پورے طور پر پوری ہوئی ہے۔ آنحضور ﷺ کی نرینہ اولاد کوئی نہیں لیکن جتنا چرچا حضور ﷺ کا اس وقت سے آج تک ہو رہا ہے، پوری نوع انسانی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ موجودہ دور میں بھی جبکہ یہ دجالی فتنے کا دور ہے اور پوری دنیا مسلمانوں کی دشمن بنی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود بھی آنحضور ﷺ کی عظمت کو ہر سطح پر مانا گیا ہے۔ ایک عیسائی ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے The Hundred کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس کا موضوع تھا most influential personalities of human history۔ اس نے پوری انسانی تاریخ میں سے 100 اہم ترین افراد کا چناؤ کیا اور ساتھ ساتھ گریڈیشن بھی کی۔ وہ جس نمبر پر کسی کو لاتا تو اس کی وجہ بھی لکھتا۔ یہ کتاب نیویارک میں چھپی اور پوری دنیا میں پڑھی گئی۔ اس کتاب میں پہلے نمبر پر حضور ﷺ کو لایا گیا ہے۔ گویا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی شان آج تک قائم ہے۔ اسی لیے اس آیت میں فرمایا کہ آپؐ ابتر نہیں ہیں بلکہ آپؐ کا دشمن ابتر ہے۔ سرداران قریش اس وقت اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھ رہے تھے، وہ مالدار بھی تھے اور بڑے نسب والے بھی اور معزز گھرانوں کے لوگ، جن کی بڑی عزت اور شہرت تھی، اس وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ لیکن قرآن کی پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی اور آج ان کی نسلوں میں سے بھی کوئی ان کا نام لینا گوارا نہیں کرتا اور نہ کوئی یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان کی اولاد میں سے ہے۔ گویا اصل میں جڑ خود ان کی کٹ گئی اور خود ہی بے نام و نشان ہو گئے۔

....

پریس ریلیز 28 اپریل 2017ء

چُھپ چُھپ کر بھارتیوں سے دوستیاں کشمیریوں کے تازہ زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہیں

کشمیری پاکستان کے ساتھ الحاق کے لیے جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں اور حکمران مسئلہ کشمیر سے چشم پوشی اختیار کر کے دوستیاں نبھا رہے ہیں

حافظ عاکف سعید

کشمیریوں کے قاتل مودی ہی نہیں بھارتی سرمایہ داروں کے ساتھ بھی چُھپ چُھپ کر دوستیاں استوار کرنا کشمیریوں کے تازہ زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی ظلم و ستم اس قدر بڑھ گیا ہے کہ امریکہ اور برطانیہ بھی چیخ اُٹھے ہیں اور ایمنسٹی انٹرنیشنل اور انسانی حقوق کی دیگر عالمی تنظیمیں جنہیں عام طور پر مسلمانوں پر ہونے والے مظالم نظر نہیں آتے وہ بھی کشمیر میں جاری حالیہ بھارتی درندگی اور ظلم و ستم کی انتہا کا اقرار کر رہی ہیں کہ تاریخ انسانی میں ایسا ظلم ہوتا کبھی نہیں دیکھا گیا۔ گویا کشمیر کی حالیہ صورت حال پر عالمی برادری کا سویا ہوا ضمیر بھی جاگ اُٹھا ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ پاکستانی حکمرانوں کی مسئلہ کشمیر سے چشم پوشی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ مودی کے قریبی دوست اور بھارتی بزنس ٹائیکون سجن جندال کو بغیر مری کے ویزہ کے مری لے کر جانا اور غیر معمولی پروٹوکول اس طرح دینا کہ وزارت خارجہ اور وزارت داخلہ منہ تک رہی ہیں، انہیں اطلاع ہی نہیں اور نہ ہی میڈیا کو خبر دی گئی انتہائی غیر مناسب اور قوم کا دل دکھانے والا طرز عمل ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستانی حکومت کو تو قومی و ملی مفادات کا سب سے بڑا محافظ ہونا چاہیے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان حالات میں جبکہ کشمیری پاکستان کے ساتھ الحاق کے لیے جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں پاکستانی حکمرانوں کی بھارتیوں سے خفیہ دوستیاں جاری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات میں مسئلہ کشمیر سے چشم پوشی اختیار کرنا اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

سورۃ الکافرون

قرآن مجید کے آخر میں چار سورتیں جنہیں ''چار قل'' بھی کہا جاتا ہے ان میں سے پہلی سورۃ الکافرون ہے۔ سورۃ الکافرون میں کافروں سے کھلم کھلا اعلان برأت ہے کہ تمہارا دین اور ہے اور ہمارا دین اور ہے۔ گویا صحیح مسلمان اور مشرک میں کوئی قدر مشترک ہو ہی نہیں سکتی۔ اس اعلان برأت کا پس منظر یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب مکہ میں دعوتِ توحید کا آغاز کیا تو اس سے قبل مشرکین بھی آپ ﷺ کو معاشرے میں بہت اونچا مقام دیتے تھے، سب کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ وہ شخصیت ہیں جو غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کے ہمدرد اور غمگسار ہیں، مسافروں کو کھانا کھلانے والے اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار صبح سے شام تک انسانیت کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی معاشرے نے الصادق والامین جیسے دواعلیٰ ترین القابات آپ ﷺ کو دے رکھے تھے۔ لیکن جس دن آپ ﷺ نے بتایا کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو تو اسی وقت سے پورا معاشرہ آپ ﷺ کا مخالف ہو گیا۔ ضد ایک ہی تھی کہ ہم اپنے آباء واجداد کا دین کیسے چھوڑیں؟

آج یہی جہالت ہمارے ہاں بھی دکھائی دیتی ہے۔ شادی، ماتم اور دیگر مواقع پر مختلف رسومات جو ہم ادا کر رہے ہیں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں دین کو مسخ کرنے والی ہیں لیکن، ہماری بھی یہی ضد ہے کہ ہمارے آباء واجداد کرتے آئے ہیں، لہٰذا ہم اپنے باپ دادا کا دین کیسے چھوڑ دیں؟

اس پر ہمارے کچھ مولوی اور نام نہاد مذہبی راہنما جن کے ان فرسودہ اور غیر شرعی رسومات سے مفادات وابستہ ہوتے ہیں اور ان کا روزگار چل رہا ہوتا ہے وہ عوام کی جہالت اور ضد کو سب سے بڑی دلیل کے طور پر پیش کر کے لوگوں کو مزید بھڑکاتے ہیں کہ دیکھو! یہ تمہارے باپ دادا کے خلاف بات کر رہا ہے اور اس طرح ایک عصبیت کی آگ بڑھکا کر حق کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کر دیتے ہیں۔ اسی طرح سرداران قریش بھی جن کے اس مشرکانہ نظام سے کئی مفادات وابستہ تھے وہ لوگوں میں یہی عصبیت جگا کر اسلام اور مسلمانون کے دشمن بنا رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے ہر طرح کی کوششیں کی گئیں۔ آنحضور ﷺ کو بُرا بھلا کہا گیا، آپ ﷺ پر جسمانی تشدد بھی ہوا اور جو لوگ ایمان لا رہے تھے ان کو بھی شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ حضرت بلالؓ، حضرت خباب بن الارتؓ، حضرت یاسرؓ سمیت کئی صحابہ کرامؓ پر بے پناہ تشدد ہوا۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان جان کی بازی بھی ہار گئے لیکن انہوں نے نہ تو ہار مانی اور نہ ہی توحید کی دعوت رُکی بلکہ جو بھی ایمان لاتا تھا وہ استقامت کے ساتھ توحید پر قائم رہتا تھا۔

بالآخر مشرکین کے سردار مجبور ہو گئے کہ مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح کمپرومائز کیا جائے۔ کچھ باتیں ہماری وہ مان لیں اور کچھ ہم ان کی مان لیں۔ ایک طرح سے یہ ان کی شکست تھی اور ان کا خیال تھا کہ اس طرح معاملہ حل ہو جائے گا۔ یعنی ہم جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں اس کا جواز بھی باقی رہ جائے گا اور جس طرح محمد (ﷺ) اللہ کی بندگی کا کہہ رہے ہیں وہ بھی ہم کر لیں گے۔ چنانچہ یہ آفر لے کر وہ آئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ سرداران قریش نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کو اتنا مال دیں گے کہ آپ ﷺ قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے اور جس عورت سے آپ ﷺ چاہیں ہم آپ کی شادی کرا دیں گے۔ بس ہماری ایک بات مان لیں کہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں۔ اسی طرح ایک اور آفر کی گئی کہ ایک سال ہم آپؐ کے معبود کی عبادت کریں اور ایک سال آپؐ ہمارے لات ومنات کی پوجا کریں۔ گویا قریش چاہتے تھے کہ کسی طرح بھی اسلام کی دعوت رک جائے اور ہمارا مشرکانہ نظام بچ جائے۔ اس کے لیے وہ آپ ﷺ پر ایک الزام یہ بھی عائد کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی وجہ سے خونی رشتے کٹ رہے ہیں۔ باپ بیٹے سے جدا ہو گیا ہے، بھائی بھائی سے جدا ہو گئے ہیں اور آپؐ نے ہمارے عرب معاشرے میں ایک تفریق پیدا کر دی ہے۔ چنانچہ مصالحت کے لیے انہوں نے یہ طریقہ نکالا کہ ہم بھی آپؐ کی بات مان لیتے ہیں، ہم جھکنے کے لیے تیار ہیں لیکن کچھ آپؐ بھی جھکیں۔ یعنی مشرکانہ نظام کو باقی رہنے دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کر کے دوٹوک الفاظ میں باور کرا دیا کہ:

﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۙ۱﴾ ''(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ اے کافرو!''

﴿لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ۲﴾ ''میں ان کو ہرگز نہیں پوجتا جن کو تم پوجتے ہو۔''

﴿وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ۳﴾ ''اور نہ تم پوجنے والے ہو اُسے جسے میں پوجتا ہوں۔''

یعنی تم بھی اس سٹیج پر پہنچے ہوئے ہو کہ حق تو تم پر ظاہر ہو چکا ہے لیکن تم اس ضد پر اڑے ہوئے ہو کہ تم نے ماننا نہیں ہے۔ لہٰذا نہ میں تمہاری بات ماننے والا ہوں اور نہ تم میری بات ماننے والے ہو۔

﴿وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ۴﴾ ''اور نہ ہی میں آئندہ کبھی پوجنے والا ہوں ان کو جن کی تم پرستش کر رہے ہو۔''

یہ بار بار تاکید کے لیے بھی آ رہا ہے اور اس میں تمام زمانوں کا احاطہ بھی ہے کہ نہ اس وقت اور نہ کبھی آئندہ اس طرح کا سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔

﴿وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ۵﴾ ''اور نہ تم پوجنے والے ہو اُس کو جس کو میں پوج رہا ہوں۔''

﴿لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ ۶﴾ ''اب تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ یعنی تم نے جو ضد باندھ رکھی ہے، اب سمجھانا تو بے سود، اللہ ہی جب تک فیصلہ کرے گا ہم تم سے بیزار ہو کر اسی فیصلے کا انتظار کرتے ہیں اور جو دین قیم اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے، ہم اس پر نہایت خوش اور مطمئن ہیں اور تم نے اپنے لیے بدبختی سے جو روش پسند کی ہے وہ تمہیں مبارک ہو۔ ہر ایک فریق کو اس کی راہ روش کا نتیجہ مل کر رہے گا۔

حیرت انگیز بات ہے کہ آج اسی اعلانِ برأت یعنی لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ کو ہمارے ہاں رواداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ ٹھیک ہے تم اپنے طریقے پر چلو اور میں اپنے طریقے پر چلتا ہوں۔ جبکہ یہ الفاظ اس معنی میں اُترے ہی نہیں۔ یہ باقاعدہ اعلان برأت ہے کہ تمہارا دین اور ہے میرا دین اور ہے۔ لہٰذا اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ میں تمہارے دین کی طرف کبھی آؤں گا۔ یہ دوٹوک فیصلہ ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کا فرق یہی بتایا ہے۔ یعنی انسانوں میں اصل کیٹگریز دو ہی ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ فَمِنۡكُمۡ كَافِرٌ وَّمِنۡكُمۡ مُّؤۡمِنٌ ؕ﴾ ''وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن۔'' (التغابن: 2)

یعنی کافر اور مومن ایک نہیں ہو سکتے۔ بے شک یہ ایک آدم کی اولاد ہیں، ان میں رنگ، نسل، زبان کی بنیاد پر کوئی اونچ نیچ نہیں ہے۔ اس اعتبار سے سب برابر ہیں لیکن ایک فرق ایسا ہے جس کی وجہ سے ان کے درمیان لکیر کھینچ دی گئی ہے اور وہ فرق ہے کفر اور ایمان، شرک اور توحید کا۔ کافر اور مومن، مشرک اور موحد کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اپنے طریقے پر چلو، میں اپنے طریقے پر چلوں۔ بلکہ اس کا مطلب ہے کہ تمہارا راستہ اور ہے اور میرا راستہ اور ہے۔ نہ ہماری منزل ایک ہے اور نہ کبھی اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

یہ قرآن کا دوٹوک فیصلہ تھا جس کے بعد مشرکین مکہ کے لیے مصالحت کا راستہ بالکل بند ہو گیا۔ چنانچہ ان کی عقل ٹھکانے آ گئی کہ اسلام میں شرک کی ملاوٹ ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرآن مجید کے اس پیغام کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

8 عرضِ حال مصنّف بحضور رحمۃ للعالمین ﷺ

36 دولت جانِ حزیں بخشندۂ — بہرۂ از علم دیں بخشندۂ

(اے میرے ربّ عزوجل! تیری طرف سے) مجھے (ملت اسلامیہ کی غلامی اور زوال) کے درد کی دولت بخشی گئی ہے اور علم دین کا ایک حصہ بھی عطا ہوا ہے

37 درعمل پایندہ تر گرداں مرا — آبِ نیسانم گہر گرداں مرا

مجھے عمل میں (بھی) مضبوط تر کردے (اور) میری (جدوجہد اور مساعی) کے ابر بہار کے پانی کو (عمل کے اعتبار سے بھی) گوہر بنادے

38 رخت جاں تا در جہاں آوردہ ام — آرزوے دیگرے پروردہ ام

میں جب سے اس دُنیا میں جان کا سامان لایا ہوں تب سے ہی میں نے ایک اور آرزو کی پرورش کی ہے

39 ہمچو دل در سینہ ام آسودہ است — محرم از صبح حیاتم بودہ است

دل کی طرح میرے سینے میں وہ (آرزو) آرام سے ہے میری زندگی کی صبح سے واقف ہے

40 از پدر تا نامِ تو آموختم — آتش ایں آرزو افروختم

جب سے میں نے والد سے آپ کا نام سیکھا ہے تب سے ہی میں نے اِس آرزو کی آگ کو روشن کیا ہے

41 تا فلک دیرینہ تر سازد مرا — در قمارِ زندگی بازد مرا

جب سے آسمان مجھ کو پرانا کررہا ہے زندگی کے جوے میں میری بازی لگا رہا ہے

42 آرزوئے من جواں تر می شود — ایں کہن صہبا گراں تر می شود

میری یہ آرزو جوان تر ہو رہی ہے یہ پرانی شراب اور زیادہ مہنگی ہو رہی ہے

36۔ (اے میرے ربّ عزوجل) تونے مجھے ملّت اسلامیہ کے زوال اور غلامی کے درد والا مزاج بخشا ہے اور علم دین کا بھی ایک (ناگزیر حصّہ) عطا فرمایا ہے۔

37۔ اے میرے رب عزوجل مجھے عمل میں بھی مضبوط تر کر دیجیے۔ نیز میری (جدوجہد اور مساعی کے) ابر بہار کے پانی کو (عمل کے اعتبار سے بھی) گوہر بنا دیجیے۔

38۔ میں جب اس جہاں میں رختِ جاں کے ساتھ آیا ہوں، زندگی میں مشرق و مغرب دیکھا ہے، مختلف لوگوں سے ملا ہوں اور قدیم جدید فلسفہ ہائے حیات کو پڑھا ہے، مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا مگر ہر حال میں میرے دل میں ایک آرزُو خوابیدہ رہی۔ میں نے اس کو سنبھال کر رکھا اور کبھی مرنے نہیں دیا ہے۔

39۔ یہ آرزُو میرے سینے میں دل کی طرح ایک ہی انداز سے موجود رہی ہے اور زندہ رہی ہے، میری یہ آرزُو میری باطنی امنگوں، حوصلوں، ارادوں اور منصوبوں سے واقف اور ہم آہنگ ہے۔ میری یہ آرزُو اس لئے سامنے نہ آسکی کہ میں عمل میں بہت پیچھے رہا ہوں اور میں اپنے عشق کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اے رحمت ہمہ جہاں ﷺ! آپ کی اطاعت کا کسی درجے میں کبھی بھی حق ادا نہیں کرسکا۔

40۔ جب میں نے اس دنیا میں شعور کی آنکھ کھولی اور والدین کی تربیت سے اللہ تعالیٰ کے نام، اے رحمت ہمہ جہاں ﷺ آپ کے تذکروں، نماز، روزہ، قرآن، آخرت اور اُمت مسلمہ کی زبوں حالی کے الفاظ میرے کانوں سے ٹکرائے میں اس وقت سے آپ ﷺ کی عظیم محسن شخصیت کا حسین نقش میرے دماغ میں نقش ہوگیا ہے۔ بالخصوص والد محترم سے جب بھی آپ ﷺ کے نام کا تذکرہ احترام و ادب سے سنا اسی وقت سے یہ آرزو دل میں بیٹھ گئی اور اس نے دل کے کسی گوشے میں ڈیرہ ڈال لیا تھا اور اس آرزو کی کسک اور آگ غیر شعوری طور پر آج بھی میرے اندر زندہ ہے۔

41۔ میرے ماہ و سال بیت رہے ہیں اور اس آسمان کی گردش سالوں میں ڈھل کر اب آدھی صدی گزر چکی ہے آسماں کی گردش سے حالات ہر دم بدلتے رہتے ہیں اور میں نے بھی زندگی میں مستقبل میں آگے بڑھنے اور مسابقت کر کے امکانات کی دنیا میں اپنا حصہ لینے کی کوششیں کی ہیں۔

اس سارے سفر زندگی میں ہر طرح کے نشیب و فراز بھی آئے مگر یہ کھیل میں نے مردانہ وار کھیلا ہے اور عشق رسول ﷺ کو ہمیشہ مقدم رکھا ہے۔ اسی طرح زندگی گزار کر آج اس مرحلہ پر کھڑا ہوں۔

42۔ زندگی کے اس مرحلہ پر میں جسمانی طور پر تو بوڑھا ہوگیا ہوں، عوارض نے گھیرا ہے مگر میری آرزو اب بھی جوان ہے اور عہد شباب کی طرح کچھ کر گزرنے پر آمادہ رہی ہے۔ جیسے شراب پرانی ہو تو قیمتی ہو جاتی ہے میری یہ آرزو بھی اب پرانی ہو کر نایاب اور مہنگی شمار ہو رہی ہے۔

کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنھیں دماغِ سکندری

67 دن بعد جب جے آئی ٹی کا فیصلہ آئے گا چاہے وہ حکومت کے خلاف ہو یا اپوزیشن کے لیکن اس کے باوجود بھی ملکی صورتحال میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی کیونکہ ملک میں سٹیٹس کو پھر بھی برقرار رہے گا۔ نواز شریف اینڈ کمپنی تو کھلم کھلا سرمایہ دارانہ نظام اور سٹیٹس کو کے علمبردار ہیں جبکہ عمران خان اس سٹیٹس کو کو ختم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے دائیں بائیں بھی ایسے سرمایہ دار، وڈیرے اور گدی نشین ہیں جو سٹیٹس کو کو کبھی ختم نہیں ہونے دیں گے: ایوب بیگ مرزا

پانامہ کیس: سپریم کورٹ کا فیصلہ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: پانامہ کیس کے حوالے سے سپریم کورٹ نے جو فیصلہ دیا ہے کیا آپ اسے تاریخی اور صدیوں یاد رکھے جانے والا فیصلہ کہہ سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: یقیناً اس حوالے سے تو اس کو صدیوں یاد رکھے جانے والا فیصلہ کہہ سکتے ہیں کہ اس فیصلے سے دونوں پارٹیاں خوش ہیں۔ ایسا فیصلہ شاذ ہی ہوتا ہے کہ دونوں پارٹیاں کہیں کہ ہم جیت گئے۔ لیکن اس فیصلے میں بعض معاملات پریشان کن ہیں۔ مثال کے طور پر ایک جج صاحب نے کہا ہے کہ سپریم کورٹ کوئی تحقیقاتی ادارہ نہیں ہے کہ وہ پانامہ پر تحقیقات کرتے۔ یہ انہوں نے بالکل درست فرمایا۔ سپریم کورٹ صرف دو قسم کے کیس لیتا ہے۔ ایک وہ جو آئین کی بنیاد پر کوئی مسئلہ اٹھایا جائے کہ آئین میں یہ ہے لیکن ہو یوں رہا ہے اور دوسرا اگر انسانی حقوق کا مسئلہ ہو تو آپ سپریم کورٹ جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر کیس میں سیڑھی چڑھنی پڑتی ہے۔ سیشن کورٹ، ہائی کورٹ، ڈبل بینچ اور پھر اس کے بعد آپ سپریم کورٹ پہنچتے ہیں۔ تب کیس کافی حد تک حل ہو چکا ہوتا ہے، سپریم کورٹ صرف اس پر نظر ثانی کر کے فیصلہ صادر کرتا ہے۔ جبکہ پانامہ کیس میں یہ ہوا ہے کہ جب عمران خان نے سپریم کورٹ میں درخواست دی تھی تو رجسٹرار نے اسے مضحکہ خیز اور غیر سنجیدہ درخواست کہہ کر واپس کر دیا تھا۔ یہ کسی بھی درخواست کے لیے بہت سخت الفاظ ہیں۔ پھر جب عمران خان نے لاک ڈاؤن کا معاملہ شروع کیا تو سپریم کورٹ نے اسی کیس پر از خود نوٹس لے لیا جس کو اس نے مضحکہ خیز اور غیر سنجیدہ قرار دیا تھا۔ یہ بات بھی صدیوں یاد رکھے جانے والی ہے۔ البتہ سپریم کورٹ نے دونوں پارٹیوں سے کہا کہ آپ لکھ کر دیں کہ جو ہم فیصلہ کریں گے وہ آپ تسلیم کریں گے اور ابھی دونوں نے اس کو تسلیم کیا ہے، اس کی نفی نہیں کی۔ ن لیگ اس لیے خوش ہے کہ ایک لحاظ سے اس کو edge حاصل ہے کہ وقتی طور پر وہ بچ گئے اور انہیں step down نہیں کرنا پڑا۔ البتہ مستقبل کے لحاظ سے تحریک انصاف کو edge حاصل ہے اس لیے کہ جن تین ججوں نے جے آئی ٹی بنائی ہے، انہوں نے اس کو بہت سی چیزوں کا پابند کیا ہے۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: پاکستان میں جے آئی ٹیز کی تاریخ اتنی حوصلہ افزا نہیں ہے۔ کیا یہ جے آئی ٹی کارگر ثابت ہوگی؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کی بات صدفی صد درست ہے کہ پاکستان میں کمیشنوں کی تاریخ کوئی حوصلہ افزا نہیں ہے اور جے آئی ٹیز کا تو بہت ہی برا حال ہے۔ لیکن سابقہ جے آئی ٹیز اور اس جے آئی ٹی میں ایک فرق ہے۔ پہلے جو کمیشن یا جے آئی ٹی بنائی جاتی تھیں وہ اکثر حکومتیں بناتی تھیں جن کا حشر یہ ہوتا تھا کہ رپورٹ ہی نہیں آتی تھی۔ جبکہ اس جے آئی ٹی کو سپریم کورٹ نے بالکل آزاد نہیں چھوڑا۔ سات دن میں جے آئی ٹی بنانا سپریم کورٹ کا حکم ہے۔ اگر سات دن کے اندر اندر جے آئی ٹی کے لیے افراد مہیا نہیں کیے جاتے تو توہین عدالت ہو جائے گی۔

سوال: جے آئی ٹی بن جاتی ہے، نام سامنے آتے ہیں، اپوزیشن جماعتیں اس سے اتفاق نہ کریں تو؟

ایوب بیگ مرزا: اپوزیشن یا حکومت کا جے آئی ٹی سے اتفاق کرنے یا نہ کرنے کا اختیار سپریم کورٹ نے رد کر دیا ہے کیونکہ سپریم کورٹ نے کہہ دیا تھا کہ ٹی او آرز ہم خود بنائیں گے۔ جے آئی ٹی کے ارکان کی سلیکشن حکومت کر کے سپریم کورٹ کو بھیجے گی لیکن آخری فیصلہ سپریم کورٹ کا ہوگا کہ وہ اس سلیکشن کو قبول کرتی ہے یا نہیں۔ لہٰذا اس معاملے میں سپریم کورٹ نے سب کو پابند کر لیا ہے۔ اس نے جے آئی ٹی کے سربراہ کے لیے عہدے کا بھی اعلان کر دیا ہے جبکہ نیب، ایف آئی اے، سٹیٹ بنک، آئی ایس آئی اور ایم آئی اپنے اپنے نمائندے دیں گے۔

سوال: عمران خان ان اداروں پر ہمیشہ تنقید کرتے رہتے ہیں کہ یہ ادارے صحیح طور پر اپنا کام نہیں کر رہے، حتیٰ کہ سپریم کورٹ نے بھی نیب کی کارکردگی کو مایوس کن قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود انہی اداروں سے جی آئی ٹی کے لیے نمائندے لیے جا رہے ہیں یعنی اسی عطار کے لونڈے سے دوا لی جا رہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کا سوال اس لحاظ سے تاریخی ہے کہ خود سپریم کورٹ کہہ رہا ہے کہ نیب وفات پا گیا، ایف آئی اے ایک ناکام ادارہ ہے وغیرہ۔ لیکن انہی سے بندے لیے جا رہے ہیں تو اس لحاظ سے یہ غلطیاں تو ہیں اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ فیصلہ منفی انداز میں تاریخی ہے۔ پاکستان کے ادارے تو اس وقت وینٹی لیٹر پر ہیں۔ لہٰذا عمران خان اور اپوزیشن جماعتوں کو پسند آئے یا نہ آئے لیکن انہیں سپریم کورٹ کا یہ حکم ماننا پڑے گا اور 67 دنوں کے بعد جب سپریم کورٹ حتمی فیصلہ کرے گا تو وہ بھی کسی کو پسند آئے یا نہ آئے لیکن ماننا پڑے گا۔ ہاں جب سپریم کورٹ فیصلہ دے دے گا تو اس کے بعد آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ اس پر تنقید کریں۔ البتہ وہ ججز پر تنقید نہیں کر سکتے۔ لیکن تسلیم ضرور کرنا پڑے گا۔

سوال: جے آئی ٹی بن جائے گی لیکن اس کے سامنے جو اتنے مشکل سوالات رکھے گئے ہیں کیا وہ ان پر اگلے

ساٹھ دنوں میں اپنی انکوائری مکمل کر سکتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بات یہ ہے کہ جو دلائل اور شواہد سپریم کورٹ میں پہلے دیے جا چکے ہیں وہ الگ نہیں ہو جائیں گے بلکہ وہ موجود رہیں گے۔ فریقین کو اس میں اضافہ یا کمی کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ وہ چیز کوئی اتنا وقت لینے والی نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ بہت جلد ہو جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کورٹ چاہتا تو یہ کام 45 دنوں میں بھی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس معاملے میں اب نواز شریف، حسن اور حسین ہی رہ گئے ہیں مریم کو انہوں نے نکال دیا ہے۔ ان تینوں کی اب باقاعدہ انکوائری ہوگی۔ اس کے بعد وکلاء اپنے پہلے سے دیئے گئے دلائل میں کمی بیشی کریں گے جس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

سوال: حدیبیہ پیپر مل کا جو معاملہ ہے، 45 دنوں میں اس کی انکوائری مکمل ہو سکتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: حدیبیہ پیپر مل کیس کی مکمل سماعت ہائی کورٹ میں ہو چکی ہے اور اسحاق ڈار نے اس کے حوالے سے حلف نامہ دیا ہوا ہے۔ اس کیس میں ہوا یہ تھا کہ نیب نے اپیل نہیں کی تھی حالانکہ نیب کے قوانین کا حصہ ہے کہ ہر کیس کے خلاف انہوں نے اپیل لازماً کرنی ہوتی ہے۔ لیکن اس وقت تک چونکہ نواز شریف کی حکومت آ چکی تھی اور نیب کے چیئرمین سے ان کے دیرینہ تعلقات ہیں اس وجہ سے نیب نے اپیل نہیں کی۔

سوال: اب بھی وہی چیئرمین نیب ہیں، کیا اب وہ اثر انداز نہیں ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: یقیناً ہوں گے لیکن اب ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا نیب کے چیئرمین کے پاس کوئی حل نہیں ہے۔ وہ حلف نامہ سامنے رکھ کر اسحاق ڈار سے کہیں گے کیا آپ اس حلف نامہ پر قائم ہیں؟ اگر وہ کہیں گے کہ میں اس پر قائم ہوں تو نواز شریف پھنس جائیں گے اور اگر وہ کہیں گے کہ میں اس پر قائم نہیں ہوں تو وہ خود پھنس جاتے ہیں۔ ویسے چیئرمین نیب کے انداز اب بدلے ہوئے لگتے ہیں۔ ان کا ایک بیان آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاملات کی طے تک جائیں گے کیونکہ اس کیس میں اس بات کے پورے امکانات ہیں کہ چیئرمین نیب کا معاملہ جوڈیشل کونسل کے حوالے ہو جائے اور نہ صرف وہ ڈسمس ہوں بلکہ انہیں سزا بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی جان بچانے کے لیے صاف صاف بتا دیں گے تو نواز شریف پھنس جائیں گے۔ وگرنہ سپریم کورٹ نیب کے چیئرمین کو کہہ چکا ہے کہ آپ سمجھیں کہ آپ نے خودکشی کی ہے۔

سوال: پورے ملک میں جو ایک سیاسی ہنگامہ آرائی تھی کیا اس فیصلے سے وہ بڑھے گی یا کم ہوگی؟

ایوب بیگ مرزا: سب سے بڑا ظلم اس قوم سے یہی ہوا ہے۔ کوئی فیصلہ کر دیتے، چاہے نواز شریف کو کلین چٹ دے دیتے لیکن ایک مکمل فیصلہ ہونا چاہیے تھا۔ لوگ روزانہ ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر انتظار کرتے تھے اور جو کچھ ہو رہا تھا اس پر قوم ایک اضطراب کی کیفیت میں تھی، وہ اضطراب کی کیفیت کسی صورت کم نہیں ہوگی بلکہ اس میں اضافہ ہو جائے گا اور قوم تقسیم ہوگی۔ یہ تلوار صرف نواز شریف کے سر پر نہیں لٹک رہی بلکہ یہ ساری قوم کے سر پر لٹک رہی ہے۔ ہمارے ہاں یہ ایک قومی وطیرہ ہے جبکہ دوسرے ممالک میں ایسا نہیں ہے۔ مثال کے طور پر

> اگر سٹیٹس کو نہ ٹوٹا تو ملک میں ایک ایسی تحریک چل سکتی ہے جو بے راہنما اور بے قائد ہو اور جس کے نتیجے میں قوم بُرے حالات سے دوچار ہو جائے گی۔

امریکہ یا برطانیہ میں آج انتخابات ہیں آپ اپنے سارے کام کر رہے ہیں اور جاتے جاتے ووٹ بھی ڈال لیں گے۔ کوئی چھٹی نہیں ہوتی۔ لیکن یہاں انتخابات سے پہلے کئی چھٹیاں ہو رہی ہوتی ہیں، دفاتر میں کام بند ہوا ہوتا ہے، کوئی بڑا فیصلہ نہیں ہو رہا ہوتا۔ یہی کیفیت پانامہ نے پیدا کر دی تھی جو جاری رہے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس فیصلے نے قوم کو اذیت دی ہے۔

سوال: اگر نواز شریف کو کلین چٹ دی جاتی تو آپ کیا سمجھتے ہیں عمران خان صاحب آرام سے گھر بیٹھ جاتے، سڑکوں پر نہ آتے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ اگر سپریم کورٹ کوئی اس طرح کا فیصلہ دے دیتا تو عمران خان کے پاس احتجاج کا جواز نہیں تھا۔ البتہ تقریر یا تبصرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، وہ ان کا حق تھا۔ جو دھاندلی کا کیس ہوا تھا اس میں بھی انہوں نے یہی کہا تھا کہ 45 پوائنٹس خود سپریم کورٹ نے بتائے ہیں کہ الیکشن کمیشن نے ہمالائی غلطیاں کیں اور اس کے ساتھ فیصلہ بھی دے دیا کہ الیکشن ٹھیک ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ تو انہوں نے کوئی احتجاج نہیں کیا تھا۔ بس یہ بیان آیا۔ اب بھی وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم سپریم کورٹ کے سامنے مظاہرہ کریں گے۔ لیکن اگر اس نے ایسا کیا تو ہم اس کی شدید مذمت کریں گے۔ ہاں البتہ فیصلے پر تنقید کرنا ان کا حق ہے۔

سوال: عمران خان سمیت اپوزیشن جماعتوں نے نواز شریف سے استعفیٰ کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر نواز شریف استعفیٰ دے دیتے ہیں تو پاکستان میں فوری الیکشن متوقع ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان کی تاریخ بتاتی ہے کہ یہاں کسی بھی صورت میں کسی وزیراعظم نے آج تک استعفیٰ نہیں دیا۔ میں سمجھتا ہوں پانامہ کیس میں جس بری طرح نواز شریف کی اخلاقی پوزیشن خراب ہوئی ہے اور میڈیا میں پورے گھرانے کی جس طرح رسوائی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود نواز شریف استعفیٰ نہیں دیں گے۔ البتہ اگر کوئی قوت ہو تو وہ استعفیٰ ان سے لے سکتی ہے۔ ماضی میں بھی ان سے قوتوں نے ہی استعفیٰ لیا تھا۔ ورنہ زرداری ہو یا نواز شریف کوئی اخلاقی جواز ان کو مجبور نہیں کرتا۔ لہٰذا اس صورت میں وقت سے پہلے انتخابات کا امکان نہیں ہے۔

سوال: حالات بدلنے میں دیر نہیں لگتی، اگر اس وقت الیکشن ہو جائیں تو آپ کے خیال میں کون سی جماعت اقتدار میں آئے گی؟

ایوب بیگ مرزا: اگر پانامہ کا حتمی فیصلہ نواز شریف کے خلاف آ جاتا ہے تو پھر نواز شریف کی پوزیشن خراب ہوگی۔ لیکن اس صورت میں بھی تحریک انصاف وائٹ واش نہیں کر سکے گی۔ یعنی اکیلی حکومت نہیں بنا سکے گی اور اگر نواز شریف اس کیس سے نکل جاتا ہے تو پھر نواز شریف کے اکیلے حکومت بنانے کے کافی امکانات ہیں۔ اصل میں نواز شریف تقریباً 35 سال سے سیاست میں ہیں لہٰذا پاور سنٹرز پر ان کا قبضہ اتنا مستحکم ہے اور خاص طور پر بیوروکریسی میں ان کی جڑیں اتنی مضبوط ہو چکی ہیں کہ ان کو عام انتخابات میں شکست دینا بہت مشکل ہے۔

سوال: ان کا ووٹ بنک بھی تو بہت مضبوط ہو چکا ہے۔ جیسے سندھ میں پیپلز پارٹی ہے۔ آپ جو مرضی کر لیں لیکن لوگوں نے ووٹ ان کو ہی دینا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ سندھ میں اگر کوئی ایسی عبوری حکومت بن جائے جو اینٹی پیپلز پارٹی ہو تو پیپلز پارٹی کا اپنی حکومت کے بغیر وہاں ووٹ لینا مشکل ہے۔ تب بھی انہیں سیٹیں ضرور ملیں گی لیکن ان کے لیے حکومت بنانی بہت مشکل ہو جائے گی کیونکہ سیٹیں تقسیم ہو جائیں گی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مشرف کے دور میں یہی نواز شریف تھے جن کی جماعت بری طرح ہاری تھی، اس لیے کہ جو پاور سٹرکچر تھا وہ مکمل مشرف کے قبضے میں تھا۔ 2013ء میں نواز شریف جیتے لیکن حالیہ انکشافات بتاتے ہیں کہ

تب بھی انہیں کیانی نے سپورٹ کیا تھا۔ لہٰذا 2018ء میں پاور سٹرکچر جس لیڈر کے ساتھ ہوگا اس کی فتح کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ البتہ یہ ہے کہ نواز شریف کو اس صورت میں بھی ایک edge حاصل ہے۔ یعنی وہی پاور اسٹرکچر اگر عمران خان کو سپورٹ کر رہا ہو تو وہ اتنی سیٹیں نہیں لے سکے گا لیکن اتنے ہی درجے کا پاور اسٹرکچر اگر نواز شریف کو سپورٹ کرے گا تو وہ زیادہ سیٹیں لے جائے گا۔ البتہ اگر مسلم لیگ ن میں کوئی تقسیم ہوئی تو پھر مسلم لیگ ن کی پوزیشن بہت بری طرح خراب ہوگی۔ جیسے اس وقت چودھری نثار، شہباز شریف اور مریم نواز کی اپنی اپنی گروپنگ ہے۔ چودھری نثار اور خواجہ آصف تو آپس میں بولتے تک نہیں۔ ایسی صورت حال میں مسلم لیگ کو نقصان پہنچنا یقینی ہے۔ لیکن اگر وہ ایک لیڈر پر 90 فیصد ہی متفق ہو جائیں تب بھی کام چل جائے گا۔

سوال: 67 دنوں کے بعد جے آئی ٹی کا فیصلہ آتا ہے تو اس سے کوئی حقیقی اور واقعی تبدیلی ممکن ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جے آئی ٹی کا فیصلہ چاہے حکومت کے حق میں ہو یا چاہے اپوزیشن کے حق میں، میری رائے میں ملکی صورتحال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سٹیٹس کُو ختم نہیں ہوگا۔ کیونکہ نواز شریف اینڈ کمپنی تو کھلم کھلا سرمایہ دار لوگ ہیں۔ وہ سرمایہ دارانہ نظام پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے اور سٹیٹس کُو کو قائم رکھنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگائیں گے۔ نواز شریف سٹیٹس کُو کے ستون ہیں اور پاکستان میں سٹیٹس کُو کو انہی کی نوازشات سے موجودہ شکل ملی ہے۔ نواز شریف کو اپنی وزارت عظمیٰ کی اتنی فکر نہیں ہے جتنی انہیں سٹیٹس کُو کی ہے کیونکہ ان کی سیاست اسی سٹیٹس کُو کے بل بوتے پر چل رہی ہے۔ البتہ زرداری سٹیٹس کُو کے ایک گندے ستون ہیں۔ دوسری طرف عمران بھی اگرچہ یہ دعویٰ ضرور کرتے ہیں کہ وہ سٹیٹس کُو کو توڑیں گے مگر بدقسمتی سے خود ان کے دائیں بائیں ایک طرف جہانگیر ترین ہے جو سرمایہ دار ہے اور دوسری طرف اس سے بھی بڑھ کر شاہ محمود قریشی ہے جو نہ صرف وڈیرہ ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ گدی نشین بھی ہے۔ عمران خان سٹیٹس کُو کی صفائی کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اگر جھاڑو ہی گندا ہوگا تو صفائی تو نہیں ہوگی بلکہ مزید گندگی پھیلے گی۔ یعنی سٹیٹس کُو مضبوط ہوگا۔ البتہ میں یہ ضرور سمجھتا ہوں کہ عمران خان اس معاملے میں اپنی جگہ پر مخلص ہے لیکن وہ ذرائع صحیح استعمال نہیں کر رہا، وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے اور سمجھتا ہے کہ جب پاور میرے پاس آئے گی تو سب میرے سامنے بے بس ہو جائیں گے۔ حالانکہ ہوتا یہی ہے کہ جو دست و بازو ساتھ ہوتے ہیں وہی سیڑھی کو گرا دیتے ہیں۔ لہٰذا یا تو آپ کو کرسی چھوڑنی پڑے گی یا آپ کو وہ راستہ چھوڑنا پڑے گا۔ دونوں صورتوں میں سٹیٹس کُو نہیں ٹوٹے گا اور ملک میں مزید انتشار پیدا ہو سکتا ہے جس کا ایک خطرناک نتیجہ نکل سکتا ہے۔ پاکستان میں بے روزگاری کا یہ حال ہے کہ ایک ایم فل لڑکے نے جھاڑو دینے والی نوکری کے لیے درخواست دی۔ اسی طرح یہاں مہنگائی ہے، لوڈشیڈنگ اپنے عروج پر ہے اور ان پانچ سالوں میں جتنے قرضے لیے گئے ہیں اس سے ملک کی کمر بری طرح دب

> ابھی بھی وقت ہے کہ ہم پاکستان کو ایک ایسی اسلامی فلاحی ریاست بنائیں جس میں غیر ملکی قرضوں سے بھی نجات حاصل ہو اور کسی بددیانتی، کرپشن اور کسی پانامہ کے ہنگامہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

چکی ہے۔ ایسی صورتحال میں ایک ایسی تحریک چل سکتی ہے جو بے راہنما اور بے قائد ہو جس کے نتیجے میں قوم برے حالات سے دوچار ہو جائے گی۔

سوال: اگر اس کیس سے کوئی بڑی تبدیلی متوقع نہیں ہے تو اس کا حل کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: دیکھئے! بہت سے ممالک میں کرپشن ہے۔ چائنہ میں بھی ہے لیکن چائنہ معیشت کی ترقی کے حوالے سے اتنا آگے جا چکا ہے کہ وہ اس سال امریکہ کو پیچھے چھوڑ رہا ہے۔ اسی طرح انڈیا میں بھی بہت کرپشن ہے لیکن اس کے فارن ایکسچینج کے ذخائر سینکڑوں ارب ڈالر ہیں۔ پاکستان میں چائنہ اور انڈیا دونوں سے زیادہ قدرتی وسائل ہیں۔ بلوچستان میں اتنے قدرتی وسائل ہیں کہ جو شاید دنیا میں کسی علاقے میں نہیں ہیں۔ لیکن معاملہ یہ ہے کہ جن کے ہم مقروض ہیں وہ ان وسائل کو بروئے کار لانے نہیں دیتے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہمیں ایک دیانتدار قیادت میسر آئے۔ لیکن بات یہ ہے کہ جب کوئی شے اپنی اصل سے ہٹتی ہے تو پھر ہر خرابی در آتی ہے۔ ہمیں پاکستان بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس لیے کہ ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ہم ایک ایسی اسلامی ریاست بنائیں جس کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا اور کہا تھا کہ تقدیر مبرم ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک اسلامی ریاست بنے گی۔ اگر وہ واقعتاً ایک اسلامی ریاست بن جاتی تو اسلام میں پہلی اور بنیادی شے ہی دیانتداری ہے۔ عدل، دیانت اور امانت کے بغیر اسلام کا کوئی تصور نہیں ہے۔ موجودہ پاکستان میں نہ عدل ہے، نہ دیانت ہے اور نہ امانت ہے۔ حل یہی ہے کہ ابھی پانی سر سے نہیں گزرا۔ ہمارے پاس وقت ہے کہ واقعتاً ہم اس کو اسلامی فلاحی ریاست بنائیں جس کے نتیجے میں ہم غیر ملکی دباؤ سے بھی نکلیں گے، غیر ملکی قرضوں سے بھی نجات حاصل کریں گے اور جب ایسا عادلانہ نظام آ جائے گا تو پھر وہاں کسی بددیانتی، کرپشن اور کسی پانامہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ کراچی میں رہائش پذیر اردو اسپیکنگ خاتون، عمر 26 سال (طلاق یافتہ، ایک بیٹا ساتھ ہے) کے لیے کراچی کے رہائش پذیر دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0300-2604471

دینی و اخلاقی موضوعات پر عام فہم اور مؤثر تحریریں

انوارِ ہدایت (حصہ دوم)

از پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ہر مسلمان گھرانے کے لیے ایک قیمتی اثاثہ، جس کے انوار سے
تمام افرادِ خانہ یکساں طور پر اپنے ذہن وقلب کو منور کر سکتے ہیں!

حصہ اوّل کے بعد اب حصہ دوم شائع ہو گیا ہے

☆ عمدہ طباعت ☆ امپورٹڈ بک پیپر ☆ مضبوط جلد
☆ ضخامت 400 صفحات ☆ قیمت 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور، فون: 3-042-35869501

مل گئی اس کو جو بینائی!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

امریکہ نے مسلم ممالک پر پے در پے دو بھاری بھرکم حملے کر کے گلوبل ویلج کے حقیقی چودھری ہونے پر مہر ثبت کی ہے۔ شام پر 59 ٹاماہاک میزائل برسائے، جب ٹرمپ چینی صدر کے ساتھ چاکلیٹ کیک نوشِ جان فرما رہے تھے۔ 59 مسلم ممالک کے مطابق، ان کے ایمان کا منہ چڑاتے ہوئے، ایک میزائل فی ملک۔ غلامی کو سلام! مسلم سرزمین پر دوسرا حملہ پاکستان کی سرحد سے ملحقہ ننگرہار پر ہوا۔ ریکارڈ توڑ قوت کا بم برسا کر ہمارے سینے پر بھی مونگ دلی! دفترِ خارجہ نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا! طرّہ تو یہ ہے کہ اس کے معاً بعد وزیراعظم نے فرمایا: پاکستان خطے میں امن کے لیے نئی امریکی انتظامیہ کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہتا ہے۔ یعنی جو امن امریکہ ہولناک بم برسا برسا کر قائم کر رہا ہے، ہم اس کا گویا شکریہ ادا کرتے ہوئے کارِ خیر میں شریک ہونا چاہتے ہیں؟

ہماری بے حسی، شقاوتِ قلبی کی کوئی حد تو ہو۔ مسلمانوں کے لیے ہمارا خون اس درجہ سفید ہو چکا ہے؟ امریکی مشیرِ قومی سلامتی میک ماسٹر سے یہ گفتگو ہوئی۔ وہ تو امریکی سلامتی کے ضامن بن کر مسلمانوں کا قیمہ کر رہے ہیں۔ کیا پاکستان کا کردار بھی بدستور مشیر و مدد و معاونِ امریکی سلامتی ہی رہے گا؟ ہم نے 16 سال اس منصب پر رہ کر ڈالر کما کر ملک چلایا ہے۔ ہماری معیشت جن نوٹوں کی مرہونِ منت رہی ہے اس سے خونِ مسلم کی بو آتی ہے۔ اتنی قربانیوں کے باوجود، جس کے لیے تڑپ کر ریٹائرڈ جنرل ناصر جنجوعہ نے شکوہ بھی کیا تھا کہ امریکہ پاکستان کی قربانیوں سے سپر پاور بنا۔ ذرا سنیے میک ماسٹر کیا فرما رہے ہیں! کابل میں موصوف نے فرمایا: پاکستان گزشتہ برسوں میں ناقابلِ اعتبار اتحادی ثابت ہوا ہے۔ اگر قومی غیرت، وقار اور خودداری نامی کسی شے کی پرورش ہمارے ایوان ہائے اقتدار میں ہوئی ہوتی...... تو بموں کی ماں کی دھمک سے ہمیں دھمکانے اور ہمیں یوں بے ننگ و نام کہنے والوں کے کوئے ملامت کا طواف نہ کیا جاتا!

آج ہماری اوقات کیا ہے۔ یہ واقعہ دیکھ لیجیے۔ سیالکوٹ میں دو ڈمپر باہم ریس لگاتے ہوئے دنبوں کے ریوڑ پر چڑھ دوڑے۔ 80 دنبے مارے گئے 100 زخمی ہو گئے۔ آج ہم بھی امریکہ روس کے اسلحے سے لدے ڈمپروں کی دوڑ میں کچلے جانے والے بے وقعت، منہ اوندھائے بھیڑ چالی دنبوں کے ریوڑ بن کر رہ گئے۔ مولانا مودودی نے ایک معرکۃ الاراء مضمون اپنی کتاب تنقیحات میں لکھا تھا۔ قرآن اور تاریخ اسلامی سے مستیر یہ مضمون جو اسلام اور مغربی تہذیب کے تصادم سے پیدا شدہ ایک غلام اور مرعوب ذہنی کیفیت کا پوسٹ مارٹم ہے۔ (1939ء میں لکھا گیا) آج بھی ہم جسمانی طور پر بظاہر آزاد لیکن ذہنی غلامی کی اتھاہ گہرائیوں اور گمراہیوں میں حریت کی ہر رمق سے محروم ہو کر جا پڑے ہیں۔ اس کا حرف حرف اس کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کا عنوان ہے: کیشِ مرداں نہ کہ مذہبِ گوسفنداں۔ یعنی اسلام بہادر مردوں کا دین ہے...... مسکین (کچلے جانے والے) دنبوں کا نہیں۔ کہتے ہیں: یہ شریعت...... ہوا کے رخ پر اڑنے والے خس و خاشاک اور پانی کے بہاؤ پر بہنے والے حشرات الارض اور ہر رنگ میں رنگے جانے والے بے رنگوں کے لیے نہیں اتری ہے۔ یہ ان بہادر شیروں کے لیے اتری ہے جو ہوا کا رخ بدل دینے کا عزم رکھتے ہوں، جو دریا کی روانی سے لڑنے اور اس کے بہاؤ کو پھیر دینے کی ہمت رکھتے ہوں۔ جو صبغۃ اللہ کو دنیا کے ہر رنگ سے زیادہ محبوب رکھتے ہوں اور اسی رنگ میں دنیا کو رنگ دینے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔

کیا المیہ ہے کہ صبغۃ اللہ کی جگہ ہولی کے رنگوں میں رنگے جانے والے لیڈروں کی قطاریں ہم پر حکمرانی کے شوق میں باہم دھینگا مشتی میں مصروف ہیں! جیسا راجا ویسی پرجا اور جیسی پرجا ویسا راجا! معاشی حیوانوں کے ریوڑوں کا سماں نظر آتا ہے۔ صرف حصولِ معاش (مہذب چارے کا حصول) کے گرد پوری زندگی کی تگ و دو گھومتی ہے۔ آج اپنے اور کل بچوں کا معاشی مستقبل محفوظ کرنے کے سوا کوئی غم باقی نہیں۔ ملک و ملت کا غم۔ امت کا غم۔ اعلیٰ اقدار کے معدوم ہوتے چلے جانے کا غم۔ سبھی کھو بیٹھے۔ سرمۂ افرنگ (بیوٹی پارلروں اور تعلیمی نظام سے حاصل کردہ) کا نتیجہ؟

وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن
پرکار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے

پرکاری و سخن سازی کے کمالات سے جھوٹ کو سچ، سچ کو جھوٹ کر دکھانے کے میڈیائی شعبدے دیکھ کر دیدۂ حیران کے سوا کچھ نہیں بچتا! کہانیاں گھڑی، الٹائی پلٹائی جاتی ہیں۔ آپ دیکھتے کے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ ظالم یکایک مظلوم بن جاتا ہے۔ مظلوم خونخوار درندہ، ظالم پینٹ کر کے اوئے توئے شروع ہو جاتی ہے۔ کتا کان لے جاتا ہے۔ میڈیا آواز لگا کر دوڑتا ہے۔ پوری قوم ایمان لا کر وہی زبان بولنے لگ جاتی ہے! حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں! تمہارے اعمال ہی تم پر حکمران ہوتے ہیں کے مطابق اب ہم پر سیدنا عمرؓ جیسے حکمران تو ہونے سے رہے۔ کرپشن، جھوٹ، رشوت، ملاوٹ، جعل سازی، دو نمبری، مفاد پرستی سے چھلنی قوم پر اگر نواز شریف، زرداری، بلاول، حتیٰ کہ (ملالہ!) یا عمران خان جیسے راجاؤں کی لائن چھینا جھپٹی اقتدار کے مناظر تخلیق نہ کرے تو اور کون ہو!

پاناما کا فیصلہ آ گیا! جے آئی ٹی بنائی جائے! لیکن پہلا پتھر تو وہ مارے جو خود پاک ہو! ہمارے ہاں پاک ہونے کا معیار؟ ایک بہت اونچے منصب پر تعینات کیے گئے شخص بارے جب یہ سوال اٹھا کہ اخلاقی بحران کے باوجود ان کا انتخاب کیوں ہوا؟ تو بتایا گیا کہ مالی دیانت کی بنا پر! پھر گنہ گار آنکھوں نے سرکاری وسائل کو جس طرح ذاتی، خاندانی استعمال میں پانی کی طرح بے دریغ بہتے دیکھا تو یہ جانا، کہ مالی دیانت کسی بہت ہی مخفی سطح پر ہو گی! مت کہیے کہ ہر کسی کو رد کیے جانا کون سی خدمت ہے! لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجیے۔ جو معیارات ہم نے آنکھوں میں بسا رکھے ہیں، اور بسانے کا حق رکھتے ہیں، کیونکہ یہ ہماری میراث ہے۔ ایک جھلک دیکھ لیجیے! ایک صاحب کو نبی ﷺ نے صدقات و زکوٰۃ کا افسر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اہلِ زکوٰۃ کی طرف سے تحفے تحائف قبول کر لیے۔ آپ ﷺ نے حساب مانگا تو وہ بولے: یہ رہا آپ ﷺ کا مال اور یہ تحائف میرے ہیں۔ آپ ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا: تم واقعی ان تحفوں کے حقدار تھے تو اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہے کہ یہ تمہیں وہاں پہنچ جاتے؟ پھر آپ ﷺ نے صحابہؓ سے خطاب فرمایا: واللہ تم میں سے جو کوئی ایک چیز ناحق قبول کرے گا وہ روزِ قیامت اس شے کا بوجھ کندھوں پر اٹھائے اللہ کے روبرو آئے گا۔ میں اس شخص کو ضرور پہچان لوں گا جو ایک بلبلاتا اونٹ BMW، لینڈ کروزروں، بیش قیمت مشرقی لندن فلیٹ) یا ڈکراتی گائے یا ممناتی بکری (یا آج زمینی قطعات بے حساب کا

بوجھ لادے!) کاندھوں پر اٹھائے اللہ کے دربار میں آئے گا۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ بلند کر کے پکارا: اے اللہ کیا میں نے (تیرا پیغام) پہنچا دیا؟ (بخاری) اور پھر یہ بھی کہ جو شخص بالشت بھر زمین ظلماً (زبردستی) لے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالے گا۔ (بخاری، مسلم)

حال ہی میں چیئرمین سینیٹ رضا ربانی نے فرمایا تھا: احتساب سیاست دانوں، ججوں، جرنیلوں سب کا یکساں ہونا چاہیے، ہمارے ہاں بس جو پکڑا جائے وہ مجرم۔ سو یہ نوبت آنے نہیں دی جاتی، وگرنہ عزیر بلوچ کے زمینی انکشافات ہوش ربا ہیں۔ چالیس فلیٹ، چالیس بنگلے، شوگر ملوں، زمینوں پر قبضوں کی تفاصیل۔ پسِ پردہ چلتی کہانیوں کے حمام میں ساری مقدس گائیں یکساں ہیں۔ کوئی بھی تو پاک پوتر نہیں۔ آخرت کا باب خارج از نصاب کر چکے ہیں۔ شانِ رسالت ﷺ سے کھیلنے کے نعوذ باللہ درپے ہیں۔ حقائق مسخ کیے جا رہے ہیں۔ مردان یونیورسٹی جیسے واقعات کی ذمہ داری حکومت اور نظام عدل پر عائد ہوتی ہے۔ وزیر مملکت، اطلاعات ونشریات کا فرمانا کہ (مردان یونیورسٹی کے تناظر میں) اظہار رائے کی آزادی جمہوریت کے ثمرات میں سے ہے۔ اظہار رائے کی آزادی کی ہلاشیری کا نتیجہ پہلے بلاگرز اور پھر یہ افسوسناک واقعہ۔ آزادی آزادی کھیلتے بے فکرے نوجوان یوں موت کے گھاٹ اتر جائیں؟ بعد ازاں جعلی اکاؤنٹ کہہ کر ساری گستاخیوں کی صفائی ہو جائے؟ یہ ابہام، حکومت کی چشم پوشی، خلطِ مبحث ملک کے امن اور لوگوں کی جانوں سے کھیل رہی ہے۔ نبی ﷺ کی شان کا تحفظ صرف دینی جماعتوں کا نہیں اوّل آخر حکومت، عدلیہ اور فوج کا فرضِ اولین ہے۔ آپ ﷺ سب کے نبی ﷺ ہیں۔ اس میں کوتاہی یا درپردہ توہینِ رسالت ﷺ قانون میں ترمیم کی کوشش بہت بڑا بحران، طوفان کھڑا کرے گی۔ ماورائے عدالت مارنا، جبری لاپتہ کر کے خاندانوں کو تڑپانا۔ کیا حکومت خود قانون سے کھیلنے کا آئینی حق رکھتی ہے؟ چیئرمین سینیٹ نے بجا طور پر 3500 افراد کی گمشدگی کا معاملہ سینیٹ میں اٹھایا ہے کہ کوئی جواب دینے کو تیار نہیں۔ انصاف ہر شہری کا حق ہے۔ چور، ڈاکو، ٹھہرایا جائے یا دہشت گرد۔ گستاخِ رسول ﷺ ہو تو قانون موجود ہے اسے بروئے کار لائیے۔

میری آنکھیں کسی اندھے کو نہ دینا لوگو
مل گئی اس کو جو بینائی تو مر جائے گا!

☆☆☆☆

ہم کشمیریوں کا امتحان کب تک لیں گے؟

علی عمران شاہین

مقبوضہ کشمیر کے علاقہ گاندر بل میں پاکستانی کرکٹ وردی پہن کر اور پاکستانی قومی ترانہ پڑھ کر میچ کھیلنے والے تمام لڑکے ''عظیم بھارت'' کی سورما فوج نے گرفتار کر لیے۔ اب گرفتار شدگان جیل میں اور لواحقین باہر تڑپ رہے ہیں اور بھارت کا خیال ہے کہ اس طرح وہ بہت جلد کشمیریوں کو زیر کر لے گا جبکہ ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ آزادی کے متوالے 21 سالہ نوجوان برہان مظفر وانی کی 8 جولائی 2016ء کو شہادت کے بعد سے جاری حالیہ تحریک آزادی آج بھی ہر روز فسوں تر ہے۔ 2 ہزار کے قریب کشمیری بچے، عورتیں، بوڑھے اور نوجوان بھارتی فوج کی پیلٹ گنوں کا نشانہ بن کر آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو چکے، زخمیوں کی تعداد 18 ہزار سے زائد ہے۔ اکثر کو پیلٹ گن سے ہی گولیاں لگی ہیں، ان زخمیوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے جسم پر ہی ہمیشہ کے لیے گولیوں کے نشانات نہیں ہیں بلکہ پیلٹ کے سیسے سے بنے ہونے کی وجہ سے ان زخمیوں کے جسموں میں سیسے کی مقدار بڑھ گئی ہے اور انہیں مسلسل طرح طرح کی تکلیف اور بیماریوں کا سامنا ہے۔ نشان زدہ ہونے کے باعث وہ بھارتی فورسز کے ہاتھوں جگہ جگہ باسانی پکڑے جاتے ہیں۔ اس عرصہ میں 200 سے زائد کشمیری شہید ہو چکے جن کی اکثریت نوجوانوں کی تھی اور جو ہمیشہ کے لیے اپاہج ہوئے وہ بھی سینکڑوں میں ہیں۔ بھارتی فوج نے 20 ہزار سے زائد کشمیریوں کو جیل میں ڈالا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ہر روز کتنے علاقوں میں نصف شب بھارتی فورسز گھروں میں آدھمکتی ہیں۔ سوئے ہوئے لوگوں کو جگا کر مارا جاتا، خواتین کی بے حرمتی کی جاتی اور بچے گاڑیوں میں ڈال کر جیلوں میں ٹھونس دیے جاتے ہیں۔ اس موقع پر جو ہوتا سو ہوتا ہے، بعد میں گرفتار شدگان کے لواحقین پر کیا گزرتی ہو گی، ہم تصور بھی نہ کر سکیں۔ اتنے بڑے اور مسلسل کشت و خون کے بعد بھارت نے کشمیریوں سے بات تک کرنا گوارا نہ کی۔ فورسز کو مظالم سے روکنے کی بات نہ کی۔ الٹا بار بار کہا گیا کہ پیلٹ گن کا استعمال جاری رہے گا بلکہ زہریلی گیسوں والے طرح طرح کے بموں کے ساتھ خوفناک پاوا (PAVA) اور دیگر ایسے بم بھی استعمال کیے جائیں گے۔ سارا عالم بھارت کے ساتھ ہے کہ یہ سبھی اسلام دشمن ہیں۔ کشمیری اسلام کی بنیاد پر آزادی چاہتے ہیں اور اسی بنیاد پر الحاق پاکستان چاہتے ہیں۔ گزشتہ دنوں امریکی دفتر خارجہ نے اپنی سالانہ رپورٹ جاری کی جس میں پاکستان میں تو اقلیتوں پر ''مظالم'' کا تذکرہ موجود تھا (جن کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں کہ یہ مظالم کب اور کہاں ہوئے) لیکن 9 ماہ کے اتنے بڑے کشت وخون بارے میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا تھا۔ بھارتی فورسز کے اتنے مظالم بلکہ بھارت کے اندر ہر روز مسلمانوں پر ٹوٹتی قیامتوں کے ساتھ وہاں عیسائیوں، سکھوں اور دلتوں پر مظالم کا بھی امریکہ نے معمولی تذکرہ کرنا گوارا نہ کیا۔ اس سے پھر یہی سمجھ آیا کہ ان ساری طاقتوں کی اصل دشمنی تو اسلام سے ہے اور اسلام کے بغض میں وہ اپنے ہم مذہب لوگوں پر ہونے والے چھوٹے موٹے واقعات کی پروا نہیں کرتے۔ ان طاقتوں سے تو ہمیں انصاف کی امید رکھنی بھی نہیں چاہیے البتہ مقبوضہ کشمیر میں جاری حالیہ تحریک آزادی کا جو نیا رنگ پاکستان سے محبت اور لازوال الفت و یگانگت کی شکل میں دیکھنے کو ملا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ گزشتہ 9 ماہ سے کشمیریوں نے اپنے در و دیوار پاکستانی پرچموں سے رنگ دیے۔ ان کے بچوں، نوجوانوں نے پاکستانی پرچموں والے لباس زیب تن کر لیے۔ خواتین نے پردہ کے لیے پاکستانی پرچم کا رنگ اوڑھ لیا۔ سبھی شہداء کے جنازے پاکستانی پرچموں میں لپیٹ کر قبرستان پہنچائے گئے اور برستی گولیوں میں پاکستانی پرچم لہرا کر شہداء کو دفن کیا گیا۔ کشمیری بچے اور نوجوان بھارتی فوج کی بندوقوں، گولیوں کے سامنے ہمارا پرچم لہراتے اور ہم سے ہی ملنے

کے نعرے لگاتے اور گولیوں سے چھلنی ہوتے ہیں۔

28 مارچ 2017ء کے روز مقبوضہ کشمیر کے علاقہ چاہ ڈورہ میں ایک مجاہد توصیف احمد کو شہید کرنے کے لیے بھارتی فوج نے بارودی سرنگ کا استعمال کیا اور تین منزلہ مکان مکمل تباہ کیا تو یہاں محصور مجاہدین کو بچانے کے لیے ہزاروں کشمیری گھروں سے نکل آئے۔ بھارتی فورسز نے گولیوں سے انہیں چھلنی کیا، تین موقع پر جام شہادت نوش کر گئے۔ ایک شہید تو 5 بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ ان سب شہداء کو بھی جب دفن کیا گیا تو میتیں پاکستانی پرچموں میں لپٹی ہوئیں اور جنازوں میں پاکستانی پرچم نظر آ رہے تھے۔ مائیں اپنے جگر گوشے پاکستانی پرچموں میں دلہے بنا کر رخصت کر رہی تھیں۔ بھارت نے برسرپیکار مجاہدین کے دفاع میں نکلنے والے کشمیریوں کو بار بار دھمکیاں دی ہیں کہ وہ اس ''حرکت'' سے باز آ جائیں ورنہ انہیں بھی ایسے ہی گولیوں کا سامنا ہوگا لیکن کشمیریوں کو اس سب کی کوئی پروا نہیں۔ اسلام کے نام پر پاکستان سے ملنے کا جذبہ اور محبت ان کے خون میں رچ بس چکے ہیں، جسے اب جدا کرنا تو ممکن نہیں، ان حالات میں ہم پاکستانیوں کو ہر سطح پر سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم ان کشمیریوں کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ چلیے! اسلامی غیرت وحمیت اور مظلوم کی مدد کے لیے نکلنے کے تاریخی وملی جذبے کو تھوڑی دیر ایک طرف رکھیے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ بھارت مقبوضہ کشمیر کے راستے آپ کے لیے کیا کیا تباہی کے منصوبے سامنے لا رہا ہے۔ بھارت نے چند روز پاکستان سے پانی کے معاملات پر مذاکرات کیے، پاکستانی حکام نے بغلیں بجائیں، مذاکرات میں کچھ نہ کچھ ہی سہی ان کا موقف تسلیم کیا گیا لیکن وہی بھارت جس نے اسلام آباد میں بیٹھ کر مذاکرات کیے تھے، پہلے اعلامیہ پر دستخط سے انکار کیا اور پھر دہلی پہنچ کر ان کا وفد کسی بھی طرح کی پیش رفت سے ہی مکمل مکر گیا۔ یہ اس بھارت کا حال ہے جس کے بارے میں ہمارے سبھی سیاستدانوں کے دل میں بڑا نرم گوشہ ہے۔ ہمارے یہ مذاکرات خاص طور پر اس کے دریائے چناب پر ڈیموں اور پانی روکنے کے معاملات پر تھے، جہاں سے بھارت 3 ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کر رہا اور 17 ہزار کے مزید منصوبے لگا رہا ہے۔ پاکستان کی ملک بھر کے لیے بجلی کی کل طلب 17 ہزار میگاواٹ ہے۔ ذرا اتنا ہی سوچ لیں، دنیا کی سب سے مضبوط وقانونی تحریک کے ذریعے اگر آپ کشمیر چھڑا لیں تو نہ صرف آپ کے پانی آزاد ہو جائیں گے بلکہ صرف ایک دریائے چناب کے پانی سے اتنی بجلی ملے گی جو ضرورت سے زائد ہوگی۔ ہماری معیشت، زراعت، تجارت، ترقی بلکہ سی پیک تک کشمیر سے جڑا ہوا ہے۔ اگر کشمیر نہیں چھڑاتے تو پھر دشمن اقوام متحدہ کا ہی اپنے حق میں وہ جملہ سن لیں کہ جو انہوں نے چند روز پہلے ادا کرتے ہوئے کہا تھا کہ پاکستان نے اگر کشمیر سے آنے والے پانیوں کا معاملہ بھارت سے حل نہ کیا تو وہ چند سالوں میں نہ صرف صحرا میں تبدیل ہو جائے گا بلکہ اپنی خوراک کے لیے دوسرے ملکوں پر انحصار کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اگر ہم نے کشمیر کے حصول کے لیے آنکھیں نہ کھولیں تو اتنی بڑی تباہی سامنے کھڑی ہے جس کا ہم نے تصور بھی نہ کیا ہوگا۔ ہماری خاطر کشمیری آج یوں سب کچھ داؤ پر لگائے بیٹھے ہیں تو ہم کب تک ان کا تماشا دیکھتے رہیں گے اور انہیں ذبح ہوتے دیکھ کر بھی اپنی عارضی موج مستیوں میں مدہوش رہیں گے۔ اللہ نہ کرے، ہماری غفلتوں سے وہ تباہ کن مرحلہ آ جائے کہ کشمیری بھی ہم سے مایوس ہو جائیں اور پھر جھولی میں گرتا کشمیر کہیں اور نہ نکل جائے۔

افغانستان سے ہمارے ملک میں اگر دہشت گردی ہوتی ہے تو اس کا سارا کھرا بھارت میں نکلتا ہے۔ ہم افغانستان کے ساتھ سرحد بند کر کے اپنے ملک کی برآمدات کے سب سے بڑے راستے کو ہی بند کر دیتے اور لاکھوں لوگوں کو سخت مصیبت و اذیت میں ڈال دیتے ہیں لیکن اصل دشمن بھارت کے ساتھ سرحد کو بند کرنے کی کبھی بات ہی نہیں کرتے، آخر کیوں؟ بھارت جس طرح ساری دنیا میں ہمارے خلاف لابنگ کر رہا اور ہمیں تنہا کرنے اور دہشت گرد ریاست تک ڈکلیئر کرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا تو ہم اس کے خلاف کیوں پسپائی کا شکار ہیں۔ کشمیریوں نے سب کچھ لٹا کر ہمارے لیے سب راستے آسان کر دیئے ہیں لیکن افسوس ہم نے ان کے لیے کچھ نہیں کیا۔ آیئے! بلاتاخیر اور بلاجھجک کشمیریوں کے ساتھ ساری قوم اور ساری امت مسلمہ کو صحیح معنوں میں کھڑا کر دیں کہ اسی میں ہماری بقا اور بچت ہے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اگلا منظر انتہائی بھیانک ہے جس کے تصور سے بھی ایک محب وطن پاکستانی کو جھرجھری آ جاتی ہے۔

☆☆☆

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں — تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ مئی 2017ء
شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ

مشمولات

☆ جمعیت العلمائے ہند سے نسبت قائم کیجیے، لیکن......! — ایوب بیگ مرزا
☆ اصلاحِ معاشرہ کا انقلابی تصور (۲) — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ مسلمانوں کی اجتماعی قوت کے دو اصول — حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ
☆ قرآن مجید: انسانیت کی ضرورت — حافظ محمد مشتاق ربانی
☆ الاقتصاد فِی العبادۃ — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ اسلام کا معاشی نظام — شجاع الدین شیخ
☆ حاجی عبدالواحد صاحبؒ کی یادداشتیں (۱۳) — پروفیسر حافظ قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرِتعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

کلیۃ القرآن لاہور کی سالانہ تقریب
تکمیل بخاری شریف و دستار بندی

مرتضیٰ احمد اعوان

5 اپریل 2017ء کو کلیۃ القرآن (قرآن کالج) لاہور میں دوسری تقریب تکمیل بخاری شریف و دستار بندی منعقد ہوئی۔ طلبہ اور اساتذہ کرام کا جوش و ولولہ قابل دید تھا۔ پروگرام میں ملک کے طول وعرض سے مختلف مکاتب فکر کے لوگوں نے شرکت کی۔ انتظامی کمیٹی کے ممبران نے اس تقریب کے انتظامات کو احسن انداز سے انجام دیا۔ پروگرام میں شریک مہمانانِ گرامی نے خوبصورت حسن انتظام پر ادارے کی دل کھول کر تعریف کی۔ پروگرام کو کنڈکٹ کرنے کے فرائض کلیۃ القرآن کے استاد مولانا عبدالرحمٰن نے سرانجام دیئے۔

پروگرام کا آغاز قرآن اکیڈمی مسجد کے امام قاری احمد ہاشمی کی مسحور کن آواز سے ہوا۔ نعت رسول مقبول اور دورہ حدیث کے طلبہ کی حوصلہ افزائی پر مشتمل پشتو نظم کی سعادت درجہ سابعہ کے طالب علم، فتیح اللہ نے حاصل کی۔ اس کے بعد درجہ رابعہ کے طالب علم میاں حمزہ نے اردو نعت کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد مشہور نعت خواں قاری ذکی کیفی نے پُرسوز آواز میں نعت رسول مقبول پیش کی۔

استقبالیہ کلمات......حافظ عاطف وحید (مہتمم کلیۃ القرآن)

کلیۃ القرآن کے مہتمم حافظ عاطف وحید نے اپنے استقبالیہ خطاب میں فرمایا کہ میرے لیے یہ انتہائی خوشی اور مسرت کا موقع ہے۔ اور خوش بختی اور سعادت کا موجب بھی ہے کہ میں معزز مہمانانِ گرامی کو خوش آمدید کہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ میں بلا تکلف اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت شخص محسوس کر رہا ہوں۔ آج سے 9 سال قبل والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی حیات میں ہی کلیۃ القرآن کا آغاز کیا تھا۔ اور اس کی ذمہ داری میرے ناتواں کندھوں پر ڈالی گئی۔ اور الحمدللہ آج اس کا دوسرا سالانہ جلسہ ہے گویا ہم دو بیجز کی تکمیل کر چکے ہیں۔ 1986ء قرآن کالج سے لے کر کلیۃ القرآن تک کا سفر، ایک لمبی داستان ہے۔ اس میں بے شمار نشیب وفراز آئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید اور علمائے کرام کی خصوصی تعاون سے آج ہم یہاں پہنچے ہیں۔ عصری تعلیم اور دینی تعلیم کی متناسب آمیزش اور ایک حسین امتزاج کا خواب اس اُمت کے مشاہیر، علماء اور اکابرین دیکھتے آئے ہیں۔ گیارہوں صدی میں قائم ہونے والے المدرسہ النظامیہ کے قیام کے اہداف میں جہاں فاطمی اور بویہی افکار سے پیدا ہونے والے فکری انتشار اور اسی طرح فلسفہ اور منطق کی راہ سے داخل ہوتے الحاد کا ازالہ کرنا تھا۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے لازم قرار پایا کہ عصری علوم وفنون اور قرآن وسنت کی پختہ تعلیم کے ساتھ اور آسمانی ہدایت کی روشنی میں اسے پڑھایا جائے۔ اسی طرح تیونس کی جامعہ زیتونہ ہو یا مراکو کی جامعہ القرویّین ہو۔ دارالعلوم دیوبند یا اس کی ترمیم شدہ شکل ندوۃ العلماء کی جامعہ یا آج کی جامعات الاسلامیہ جیسے اسلام آباد میں ہے۔ ملائشیا میں ہے۔ اور دیگر ممالک میں بھی۔ یہ تمام ادارے اپنے اپنے انداز سے جدید وقدیم، عقل ونقل اور دین ودنیا کے امتزاج اور آمیزش سے اسلام اور مسلمانوں کی دینوی واخروی سربلندی کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ کہیں علوم عصریہ پر توجہ زیادہ ہے اور کہیں علوم دینیہ پر، نتیجتاً کہیں دینی علم پختگی سے محروم ہے اور کہیں جدید علوم کو غیر ضروری ضعف سے سابقہ ہے۔ لیکن ایک ایسا نظام تعلیم جس میں علم دین کے معروف ومتداول درس نظامی کے پورے نصاب اور پختہ بنیادوں پر میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے کے جدید نصاب تعلیم کے ساتھ ساتھ پڑھایا جائے اور علوم قرآنی پر خصوصی توجہ ہو۔ اور جدید فکر وفلسفہ کا بھی ناقدانہ مطالعہ کروایا جائے۔ یہ شاید کلیۃ القرآن لاہور ہی کا اختصاص ہے۔

پروفیسر مولانا یوسف خان، استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہمارے اکابر اور مشاہیر یہ سمجھتے ہیں کہ آج علماء کو عصری ودینی علوم میں طاقتور بن کر میدان میں اُترنا ضروری ہے۔ کم سے کم اس کے لیے کوشش تو ہو۔ الحمدللہ اس کوشش میں اللہ نے کلیۃ القرآن کو گزشتہ سال اور اس سال میں کامیابیاں عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ آج وقت کا بہت بڑا تقاضا یہ ہے کہ آج کے نوجوانوں کی ایمانی قوت مضبوط ہو۔ اگر ان کی ایمانی طاقت مضبوط ہوگی تو معاشرے کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کی اللہ ان کو توفیق دے گا اور خاندان کے لوگ راہنمائی کے لیے ان سے رجوع کریں گے۔ ساتھ ساتھ ہمارے نوجوان اپنی اخلاقی قوت میں مضبوطی پیدا کریں۔ اخلاق حسنہ کو اپنائیں اور اخلاق رزیلہ سے اپنے آپ کو پاک کریں۔ آج کام کا آدمی وہ ہوگا جس کے اندر حُب جاہ اور حُب مال نہیں ہوگا۔ آپ کو جو علم کی امانت عطا کی گئی ہے اس پر خود بھی عمل کیجئے اور آگے قوم کی نسلوں تک پہنچایئے۔ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو پھر آپ خیانت کے مرتکب ہوں گے۔ اس امانت کو آپ معاشرے میں کیسے نافذ کرسکیں گے۔ اس کے لیے آپ کو اپنے اندر تین مرحلے لازماً لانے ہوں گے۔ جن کا ذکر نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ (1) تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے اس کو طاقت سے روکے۔ یعنی اپنے عمل کی طاقت سے اور اپنی ایمانی وفکری قوت سے ان برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ (2) اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے برائی کو روکے۔ آج کا نوجوان زبان سے برائی کو برائی کہنے میں بے بسی کا اظہار کرتا ہے لیکن حضور ﷺ نے اس حدیث میں ایک مرحلہ ایسا بتایا ہے کہ جس کو ادا کرنے میں کوئی انسان بے بس نہیں ہے کہ (3) اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے بُرا جانو۔ تو آپ ساتھیوں نے ایسا نہیں ہونے دینا کہ اگر اللہ ورسول ﷺ کی نافرمانی ہو رہی ہو تو اپنی استطاعت کے مطابق اس کو روکنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اگر آپ نے کسی برائی کو برائی سمجھا اور اسے ناپسند کرنے کا عملی مظاہرہ کیا تو اس سے بھی معاشرے کے بہت سارے لوگ اس برائی کو کرنے سے رک جائیں گے۔

سالانہ رپورٹ......پرنسپل کلیۃ القرآن ریاض اسماعیل

کلیۃ القرآن کے پرنسپل ریاض اسماعیل نے سالانہ رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ کلیہ میں اس وقت 125 طلبہ زیر تعلیم ہیں اور 26 اساتذہ ہیں۔ طلبہ درس نظامی کا امتحان وفاق المدارس کے تحت دیتے ہیں اور میٹرک اور ایف اے کا امتحان لاہور بورڈ کے تحت دیتے ہیں جبکہ بی اے اور ایم اے کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی کے تحت دیتے ہیں۔ 2016ء کے درس نظامی کے آخری چار درجوں میں ہمارے جتنے طلبہ نے امتحان دیا وہ سارے پاس ہوئے۔ گویا رزلٹ سو فیصد رہا۔ اسی طرح پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے کے امتحان میں بھی

ہمارا نتیجہ سو فیصد رہا۔ جبکہ بی اے کے امتحان کا نتیجہ 83 فیصد رہا۔ اور 8 طلبہ نے بی اے میں فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔ ایف اے کا نتیجہ 80 فیصد رہا۔ جبکہ میٹرک کا نتیجہ 78 فیصد رہا۔ امتحانات کے علاوہ ہمارے طلبہ نے فلاحی کاموں میں بھی حصہ لیا۔ حال ہی میں ہمارے ادارے میں سندس فاؤنڈیشن نے بلڈ کیمپ لگایا تھا جس میں ہمارے طلبہ نے خون کی 65 بوتلیں عطیہ دیں۔ آخر میں انہوں نے طلبہ کو نصیحت کی کہ آپ کا تعلق اس ادارے سے تادیر قائم رہنا چاہیے اور والدین سے عرض کیا کہ آپ اپنے ذہین طلبہ کو ہمارے حوالے کریں۔ جو عصری و دینی علوم کو حاصل کر سکیں۔

ڈاکٹر عارف رشید...... ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن (لاہور)

انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ انجمن خدام القرآن کو قائم ہوئے 45 برس ہو چکے ہیں۔ 2008ء میں کلیۃ القرآن کا آغاز ہوا تھا۔ الحمد للہ پچھلے سال سات طلبہ نے، آج 10 طلبہ اور اگلے سال 12 طلبہ درس نظامی سے فارغ ہوں گے اور علماء کے حلقے میں شامل ہوں گے اور ان شاء اللہ معاشرے میں مضبوط کردار ادا کریں گے۔ کلیۃ القرآن کے نئے کیمپس کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پہلے ہم نے فیروز پور روڈ پر ایک قطعہ خریدا تھا۔ لیکن وہ ضرورت کے لیے ناکافی معلوم ہورہا تھا۔ لہٰذا اب ہم نے شیخوپورہ (شرقپور) کے پاس ایک قطعہ اراضی خریدا ہے۔ جو لاہور تا کراچی موٹروے کے قریب واقع ہے۔ اس نئے کیمپس میں شفٹ ہونے کے لیے جو مراحل درکار ہیں اس کے لیے ابھی وقت لگے گا۔ آپ سب حضرات سے دعا کی درخواست ہے۔

ڈاکٹر ابصار احمد، صدر انجمن خدام القرآن لاہور

صدر انجمن نے اپنے خطاب میں کہا کہ میرا تعلق قرآنی جنریشنز سے ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ بڑے بھائی تھے۔ اور باقی تمام حضرات اب بھتیجے ہیں۔ عزیزم عاطف وحید نے قرآن کالج اور پھر اس کی قلب ماہیت ہوئی کلیۃ القرآن کی شکل میں کا تذکرہ کیا۔ لیکن میں کلیۃ القران اور قرآن کالج سے پہلے معہد ثانوی کا ذکر کروں گا جو ڈاکٹر صاحبؒ نے ماڈل ٹاؤن لاہور آنے کے بعد شروع کیا تھا۔ اور خود عاطف وحید اس کے فارغ التحصیل ہیں۔ تحریک رجوع الی القرآن کی تحریک بھی شروع کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے ساہیوال میں ایک ہاسٹل دار المقامۃ قائم کیا تھا۔ جس میں مجھ سمیت دوسرے طلبہ قرآن، حدیث اور عربی پڑھا کرتے تھے۔ تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بھی دینی و عصری تعلیم کا مزہ چکھا ہے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ علامہ اقبال کا احیاء اسلام کے بارے میں خیال تھا کہ صرف دینی علوم کو جاننے والے لوگ یہ کام نہیں کر سکتے بلکہ دنیوی اور عصری علوم کے ماہرین یہ کام کر سکتے ہیں۔ اس چیز کو سامنے رکھتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا خیال تھا کہ ہمیں وہ لوگ تیار کرنے ہیں جو دین کی اساسات میں گہری مماثلت رکھتے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے سوشل سائنسز اور نیچرل سائنسز میں تعلیم حاصل کی ہو۔ تاکہ دین کی جو میٹا فزکس ہے اس کو دریافت کر سکیں۔

مولانا عبدالعزیز، استاذ الحدیث، کلیۃ القرآن

انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جو باغ لگایا تھا اس کو ان کے صاحبزادگان پانی دیتے رہے اور وہ باغ اب بار آور ہو چکا ہے۔ اور یہ باغ ڈاکٹر صاحب، ان کے صاحبزادگان اور باقی رفقاء و معاونین کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ انہوں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے افضل کتاب صحیح بخاری ہے۔ لیکن صحیح مسلم کا مقام بھی بہت بلند ہے۔ خالص حدیث کی کتاب اور حسن ترتیب کے اعتبار سے مسلم شریف کا مقام اونچا ہے اور صحت کے لحاظ سے بخاری کا مقام اونچا ہے۔ امام مسلم اپنی کتاب میں خالص حدیثیں لائے ہیں جبکہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں کئی اقوال بھی نقل کر دیئے۔ امام بخاری بہت ہی باریک دان تھے اور ان باریکیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مقام پر حدیث لاتے تھے۔

مفتی عزیز الرحمٰن، استاد جامعہ منظور الاسلامیہ

انہوں نے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ کلیۃ القرآن شاندار مستقبل کی طرف رواں دواں ہے۔ عصری و دینی یا جدید و قدیم کا امتزاج بہترین کاوش ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں۔ اور اس کے نتائج بھی بحمد اللہ اچھے نظر آ رہے ہیں۔ لیکن میں مدارس میں ایک کمی محسوس کر رہا ہوں کہ ہم گفتار کے غازی تو بن رہے ہیں لیکن کردار کی کمی آ رہی ہے۔ فارغ ہونے والے طلبہ سے میری گزارش ہے کہ اپنی زندگی کو اتباع سنت کے مطابق گزارنے کی انتہائی کوشش کریں۔ ہمارے اکابر رخصتوں پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ عزیمتوں پر عمل کرتے تھے۔ آج ہم رخصتوں کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ آج عزیمت کا فقدان نظر آ رہا ہے۔ آپ کے اندر اگر تقویٰ کی زندگی آ جائے تو آپ کا مستقبل شاندار ہوگا۔

مولانا زاہد الراشدی (شیخ الحدیث، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ)

پاکستان شریعت کونسل کے جنرل سیکرٹری اور شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ میں فارغ ہونے والے طلبہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ دین کے بارے میں کوئی علم ہمیں حدیث کے بغیر نہیں ملتا۔ قرآن میں اللہ کی منشاء کیا ہے، کسی آیت کا پس منظر کیا ہے، یہ سب کچھ ہمیں حدیث کے ذریعے معلوم ہو گا۔ بخاری شریف صرف حدیث کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ مختلف علوم کا مجموعہ ہے۔ یعنی تفسیر، فقہ اور تاریخ کی کتاب بھی ہے۔ انسانی سوسائٹی کو مختلف لیولز پر جو مسائل و ضروریات درپیش آتی ہیں ان سب کا حل اس کتاب میں موجود ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ بخاری کو ایک سسٹم آف لائف سمجھ کر پڑھائیں۔

اختتامی کلمات...... حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی و ڈائریکٹر قرآن اکیڈمی لاہور)

محترم حافظ عاکف سعید نے علماء کرام اور مہمانانِ گرامی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ ہماری دعوت پر تشریف لائے اور اس بابرکت تقریب کو رونق بخشی۔ آج کے دن اصل مبارک باد کے مستحق سند فراغت حاصل کرنے والے طلبہ اور ان کے والدین و عزیز و اقارب ہیں جو دور دراز کا سفر طے کر کے یہاں پہنچے ہیں۔ میں اپنے اور اپنے ادارے کی طرف سے فاضل طلبہ اور ان کے والدین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں اور علم میں برکت، علم پر عمل اور علم کے ذریعے خدمت دین کے مواقع نصیب فرمائے۔ میں کلیۃ القرآن کی انتظامیہ، نہایت قابل قدر اساتذہ کرام اور اس کے مہتمم برادرم حافظ عاطف وحید کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ ان کی انتھک محنت سے ہم یہ سنگ میل عبور کر چکے ہیں۔

آخر میں مولانا زاہد الراشدی کی رقت آمیز دعا پر اس بابرکت محفل کا اختتام ہوا۔ آخر میں فضلاء کی دستار بندی ہوئی اور ادارے کی طرف سے فارغ التحصیل طلبہ میں لیپ ٹاپ، کتب اور سی ڈیز پر مشتمل تحائف تقسیم کیے گئے۔

روداد علاقائی اجتماع زون جنوبی پاکستان

علاقائی اجتماع کا انعقاد قرآن مرکز کورنگی، زمان ٹاؤن سے متصل جامع مسجد طیبہ میں 8 تا 9 اپریل 2017ء کو ہوا۔ اجتماع میں زون جنوبی پاکستان میں شامل 6 حلقہ جات، بلوچستان، سکھر، حیدر آباد، کراچی جنوبی، کراچی وسطی اور کراچی شمالی کے رفقاء نے شرکت کی۔

اجتماع کی میزبانی حلقہ کراچی جنوبی کو تفویض کی گئی اور امیر حلقہ کراچی جنوبی جناب انجینئر نعمان اختر کو ناظم اجتماع مقرر کیا گیا۔ ناظم اجتماع نے انتظامات کی بطریقِ احسن انجام دہی کے لئے مختلف شعبہ جات قائم کرتے ہوئے حلقہ کے رفقاء میں ذمہ داریاں تفویض فرمائیں۔

تمام حلقہ جات کو خصوصی ہدایات اور اجتماع گاہ میں آمد کے لئے نقشہ جات ارسال کئے گئے۔ بیرونِ شہر سے آنے والے رفقاء کے لئے لانڈھی ریلوے اسٹیشن، ایئر پورٹ اور بس اڈوں سے اجتماع گاہ تک ٹرانسپورٹ کا بندوبست کیا گیا۔ تمام حلقہ جات کو ان کے رفقاء کے لیے تعارفی کارڈز ارسال کئے گئے جن پر ان کے اسماء گرامی وحلقہ کی تفصیل کے ساتھ بارکوڈز نمایاں تھے جن کی مدد سے کمپیوٹرائزڈ حاضری کا اہتمام کیا گیا۔ اجتماع میں شرکت کرنے والے رفقاء کو ضروری ہدایات، اجتماع کے شیڈول، ناظمین کی فہرست اور آداب زندگی پر مشتمل تعارفی کتابچہ فراہم کیا گیا۔ مسجد کے صحن میں اجتماع گاہ کا پنڈال تیار کیا گیا جبکہ شرکاء کے لئے مسجد و قرآن مرکز کورنگی میں رہائش کا انتظام کیا گیا۔ اجتماع گاہ و رہائش کا تفصیلی نقشہ شرکاء کی رہنمائی کے لئے استقبالیہ کے سامنے آویزاں کیا گیا۔ 8 اپریل کو نماز عصر سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ رفقاء گرامی نماز عصر کی ادائیگی کے بعد پنڈال میں جمع ہوئے۔

مرکزی ناظم تعلیم و تربیت جناب خورشید انجم نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔ آپ نے امیر محترم کی غیر موجودگی میں افتتاحی کلمات میں تمام رفقاء کو اجتماع میں خوش آمدید کہتے ہوئے اجتماع کے مقاصد بیان فرمائے۔ اجتماع کی صدارت ناظم اعلیٰ پاکستان اظہر بختیار خلجی صاحب نے فرمائی۔

ناظم اجتماع انجینئر نعمان اختر نے شرکاء کے سامنے اجتماع کے حوالے سے اہم ہدایات بیان فرمائیں۔ ساتھ ہی آپ نے اللہ کے حضور ہدیہ تشکر پیش کیا کہ جس کی تائید ونصرت سے اجتماع کا انعقاد وانتظام ممکن ہوا۔

حلقہ بلوچستان کے ناظم تربیت جناب عبدالسلام عمر نے سورۃ المومنون کی ابتدائی 10 آیات کی روشنی میں اہل جنت کے اوصاف کے موضوع پر بیان فرمایا۔

نماز مغرب کے وقفہ کے بعد ناظم تربیت اولڈ سٹی تنظیم حلقہ کراچی جنوبی جناب محمد نعمان نے انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر مطالعہ حدیث کروایا۔

نائب ناظم اعلیٰ شمالی پاکستان جناب خالد محمود عباسی نے کلمہ طیبہ کا مفہوم اور تقاضے کے موضوع پر بیان فرمایا۔

نماز عشاء کے بعد مقامی امیر ملیر تنظیم حلقہ کراچی وسطی جناب سید راشد حسین شاہ نے معاملات کے موضوع پر منتخب احادیث سے تذکیر کرائی۔

ناظم تحریک خلافت پاکستان جناب مختار حسین فاروقی نے تصور خلافت اور نوید خلافت کے موضوع پر فکر انگیز خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بندگی کے لیے پیدا فرمایا اور خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا۔ چنانچہ بحیثیت مخلوق انسان اللہ کے احکامات کا پابند ہے جبکہ خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے یہ انتظام اس پر لازم ہے کہ انسان کو انسانوں کے جبرو ظلم سے محفوظ کرے۔

نماز کے بعد حلقہ حیدر آباد کے رفیق جناب زبیر احمد نے فرامین رسول ﷺ کی روشنی میں اخلاقیات کا موضوع بیان فرمایا۔ نماز اشراق اور ناشتہ کے بعد صبح 8 بجے پروگرام کا دوبارہ آغاز ہوا۔ ناظم توسیع دعوت حلقہ کراچی جنوبی جناب عامر خان نے دعوت کی اہمیت اور آداب دعوت پر تذکیری بیان کیا۔

جناب ڈاکٹر حافظ خالد شفیع نے ''تصور برکت اور ہم'' کے موضوع پر جذبہ ایمانی کو اُبھانے دینے والا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان اور تقویٰ کے بغیر برکت کا حصول ممکن نہیں۔

مرکزی مشیر خصوصی برائے دعوتی امور جناب محترم رحمت اللہ بٹر صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں تذکرۃ الموت پر دلسوز بیان فرمایا۔ آپ کے پُر اثر بیان نے موت کی حقیقت کو سامنے لا کھڑا کیا اور شرکاء کی آنکھیں پُرنم کر دیں۔

ناظم تربیت حلقہ کراچی شمالی محترم حافظ اسامہ علی نے محبت فاتح عالم کے موضوع پر بیان فرمایا۔ آپ نے کہا کہ محبت محبوب پر ایثار وقربانی کا نام ہے۔

امیر حلقہ کراچی جنوبی جناب محترم انجینئر نعمان اختر نے تربیت اہل خانہ، اسلامی اقدار کی روشنی میں، کے موضوع پر فکر انگیز خطاب فرمایا۔ آپ نے موضوع کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے موضوع کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کی۔ پھر سیرۃ النبی ﷺ سے رہنمائی کو اجاگر کیا اور ساتھ ہی اہل خانہ کی تربیت سے حاصل ہونے والے فوائد سے شرکاء کو مستفید کیا۔

ناظم دعوت حلقہ کراچی جنوبی محترم انجینئر حافظ عمیر انور نے ''انقلاب کا نبوی ﷺ طریقہ'' پر جامع بیان فرمایا۔ اسوہ رسول ﷺ سے اخذ کردہ بانی محترم کے انقلابی مراحل کو ایک اور زاویہ سے پیش کیا۔

معاون مرکزی ناظم تعلیم وتربیت جناب محترم شجاع الدین شیخ نے متاع الغرور کے موضوع پر واعظ فرمایا۔ آپ نے دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کہ انسان کے سلسلۂ زندگی میں دنیا کی زندگی ایک ادنی سا وقفہ ہے۔ اگر دنیا میں کھو گئے تو دین کے تقاضوں کو ادا کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ آپ نے احادیث سے مثالیں دیتے ہوئے فرمایا کہ ترک دنیا رہبانیت ہے، اصلاً ترک لذات دنیا مطلوب ہے۔

نماز ظہر، ظہرانہ اور مختصر آرام کے بعد دوپہر 3 بجے پروگرام کے آخری حصے کا آغاز ہوا۔ معاون مرکزی ناظم تعلیم وتربیت محترم جناب اویس پاشا قرنی نے فتنہ دجال اور ہم کے موضوع پر فکر انگیز خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ جدید دنیا حواس خمسہ کو اہمیت دیتے ہوئے روحانیت کا انکار کرتی ہے۔

نائب ناظم اعلیٰ وسطی پاکستان جناب محترم ڈاکٹر عبدالسمیع نے نظم کی اہمیت پر مفید بیان فرمایا۔

اجتماع کے آخر میں امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب نے رفقاء کو کامیاب اجتماع کے انعقاد پر مبارک دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ اللہ کی خصوصی تائید وتوفیق کے بغیر ممکن نہ تھا۔ آپ نے رفقاء کو شکر کے درجات کی یاددہانی کرتے ہوئے شکرانے کے نوافل ادا کرنے کی تلقین کی۔ آپ نے فرمایا کہ اجتماع کے ذریعے تنظیم کے فکر کی یاددہانی مقصود تھی تاکہ رفقاء کرام میں تنظیمی اور دینی جذبہ کو جلا حاصل ہو۔

آپ نے رفقاء تنظیم کو اسوہ رسول ﷺ سے اخذ کردہ انقلاب نبوی (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کے مراحل کی یاددہانی کراتے ہوئے کہا کہ ہر رفیق داعی الی اللہ بن کر میدان عمل میں سرگرم ہو جائے۔ آپ نے کہا کہ غلبہ دین کی جدوجہد میں شکست کا کوئی امکان نہیں۔

امیر محترم کی دعا پر اس روح پرور اجتماع کا اختتام ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ علاقائی اجتماع کے انعقاد میں رفقاء کرام کی کوششوں اور محنتوں کو قبول فرمائے۔ اور اس اجتماع کو جذبہ ایمانی کے جلا کا سبب بنائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

My Personal Experience with the Israeli occupation

(Part 1 of 2)

When Israel occupied the West Bank in 1967, I was nine years old. This means that for the past 34 years, I have been "living" in the "Israeli era," or, to put more accurately, under Israel's dehumanizing military occupation.

Three years before I was born, three of my four paternal uncles, Hussein 27, Mahmoud 25, and Yosef 23, were killed by Israeli soldiers. They were simple shepherds who were grazing their herds near the village of Al-burj near the so-called armistice line, 20 km south West of the West Bank town of Hebron. With my three uncles, three other relatives, including a woman, were also shot dead.

In fact, the Israelis not only killed three men of my family but also confiscated the three hundred sheep upon which my family's livelihood depended to a large extent. This calamity condemned us to a life of misery and poverty for many years to come. Thus, my family had to live in a cave for 22 years. The misery, the suffering, the abject-poverty were conspicuous in all aspects of our life. Until today, the Israeli government neither expressed guilt for the crime, nor compensated us for our stolen property. Of course, our loss didn't stop at three uncles killed on one day and 300 sheep arrogated by the Israeli government. Much more was taken away from us six years earlier, in 1948, our land in al-Za'ak, Um-Hartain, our home, everything.

Under Jordan rule, the most important thing the Jordanian authorities cared about was loyalty to the king and his family. Connections with the King and his Mukhabarat (or intelligence apparatus) meant that you've got done. Shouting "Ya'ish Jalalat al Malik" (long live the king), would give you an automatic certificate of good conduct. No wonder, it was a corrupt regime based on sycophancy, favoritism, nepotism, graft and corruption. The King was the law, and the law didn't exist.

The Jordanian regime never really made genuine efforts or preparations to repulse a possible Israeli onslaught. The most immediate priority for the Jordanian regime seemed to make sure that Palestinians didn't possess firearms. A Palestinian would get a six-month prison sentence if a bullet cartridge were found in his possession. Like the Israelis would do later, the Jordanians enlisted the "makhatir" (clan notables) to inform on every gesture of opposition or dissatisfaction with the King's rule within their respective areas. This cronyism and police state structure gave rise to more corruption.

Those free-minded Palestinians who insisted on voicing their conscience were dumped into the notorious El-Jafer prison in eastern Jordan where they were often tortured to death. I know of at least one person in my town Dura who was tortured to death for his political views.

So, we had to bear two burdens, despotism and repression from the Jordanian regime and frequent, across-border attacks from Israel. I can't forget Israeli Mirages flying over my head in 1966 as they dropped their Napalm bombs on civilians in the village of El-Sammou.

In 1967, I was ten years old. I can remember when we were told to raise the white flags when the Israeli army surrounded our village, Kharsa, west of Hebron. We were told we would be shot and killed if we didn't raise the white flag aloft. The Jordanian soldiers left in disgrace and headed eastward, some put on traditional women clothes to disguise themselves.

At the beginning, the Israelis launched what one may call a charm-campaign. Some people prematurely began making positive remarks about the Israelis such as "Oh, they are better than the Jordanians, they are civilized!" But that feeling was premature and didn't last long, as the occupation army began adopting stringent measures against us.

Soon enough, the Israelis began confiscating the land and building settlements. They also would demolish homes as a reprisal for guerilla attacks. In our culture, if you want to express extreme ill will toward somebody, you say "Yikhrib Beitak" may your home be destroyed.

The Israelis sought to take full advantage of this weak link in our social psychology. They demolished thousands of houses. The demolition has never ceased. Home demolition would leave

see their homes being destroyed by bulldozers driven by soldiers wearing helmets with the Star of David on them. That Star of David, which we are told is originally a religious symbol, symbolized hate and evil. Even today, I couldn't imagine a more hateful sign.

Phobias, deep stress, neurosis, and depression are among the disorders children of demolished homes would suffer. I personally witnessed several demolitions when I was 11. The operation would begin by declaring the village where the doomed house is located a closed military zone.

Then, all men from age 14 to age 70 are asked to assemble at the playground of the local school, with their heads bowed down. Very often the soldiers would shoot over peoples' heads to terrorize them. Civility was always absent, and in these days, there was no Jazeera or CNN to cover Israel's shameful acts, so they felt at liberty doing as they saw fit. Then, the commanding officer would give the doomed family half an hour to get all their belongings out. (These days they don't give even five minutes).

The scene of young children comforting younger children is devastating. The distraught housewives would struggle to get her utensils and whatever meager appliances out lest they be crushed. A child would hasten to get his favorite toy, or an enlarged picture of his late grandfather before it is too late. Then the commanding officer would give the go ahead and the house would become rubble.

Afterwards, the Red Cross would bring a tent, as a temporary shelter, or the tormented family would simply make an enclosure and sleep under the trees. These were indelible images of misery, an ugly testimony to Israel's Nazi-like savagery.

Born into a very poor family, I started working in Beir Shiva when I was fourteen as a construction worker and then assistant plasterer (Maggish). I was able to learn Hebrew as well as the Moroccan dialect spoken by many Jews who had migrated from North Africa. Like Palestinians, most Moroccan Jews worked in the construction sector. Some were street sweepers as well.

On some occasions, the people I worked for would not give me my wages. I worked for such famous construction company as Rasco, Solel Bonei, Hevrat Ovdeim. I still retain my old Israeli work card.

We were continually humiliated at Israeli checkpoints and roadblocks at the A'rad intersections on the way to Beir Shiva. A Jewish officer would beat one of us savagely without a convincing reason. I made many Jewish friends then, but the psychological barrier remained intact. I did intermix with some Tunisian and Moroccan Jews in Arad, Beir Shiva and Dimona.

In 1974, I took part in anti-occupation demonstration in Dura (then I was an 11th grade high school student). The soldiers cornered me in one of the narrow streets of the small town, and beat me savagely on the head with the butts of their rifles. I was nearly killed. I hated them, as I never posed a threat to their lives. They displayed no humanity and I was only shouting "Falastin Arabiyya" "Palestine is Arab."

In 1975, after I passed the high school diploma exam, I went back to the construction sites in Beir Shiva. My family was too poor to send me to college. For sometime, the construction site in Beir sheva was my college. There I worked for a contractor named Shimon, a Tunisian Jew. It was hard and very hot, but I did manage to make enough money to travel to Amman. There I was able to get a student visa from the US embassy.

In July 1976, I traveled to the US with only 200 US dollars in my pocket. There I studied at Seminole and Oscar Rose Junior College in Oklahoma, then on to the University of Oklahoma in Norman, where I obtained a BA in journalism. Then in 1982, I obtained a Master degree from the University of Southern Illinois in Carbondale. I really wanted to be an engineer, but seeing how the Zionists were turning the black into white, the white into black, the big lie into a "truth" glorified by millions, I decided to switch to journalism.

I began writing letters to the editor, letters that would invite rabid and nervous replies from Zionist students on campus. Then the Zionists would make threats and use other intimidation tactics. A survivor of poverty, misery, and violence, I didn't give a damn about their threats. I continued to cause them a lot of headache till my very last day in the US. ***(To be continued in part 2)***

Courtesy: *Khalid Amayreh is an American-educated Palestinian journalist based in the West Bank. He lives with his family in the Occupied Palestinian town of Dura.*

VOL : 26 | Regd. C.P.L NO. 114 | No.18
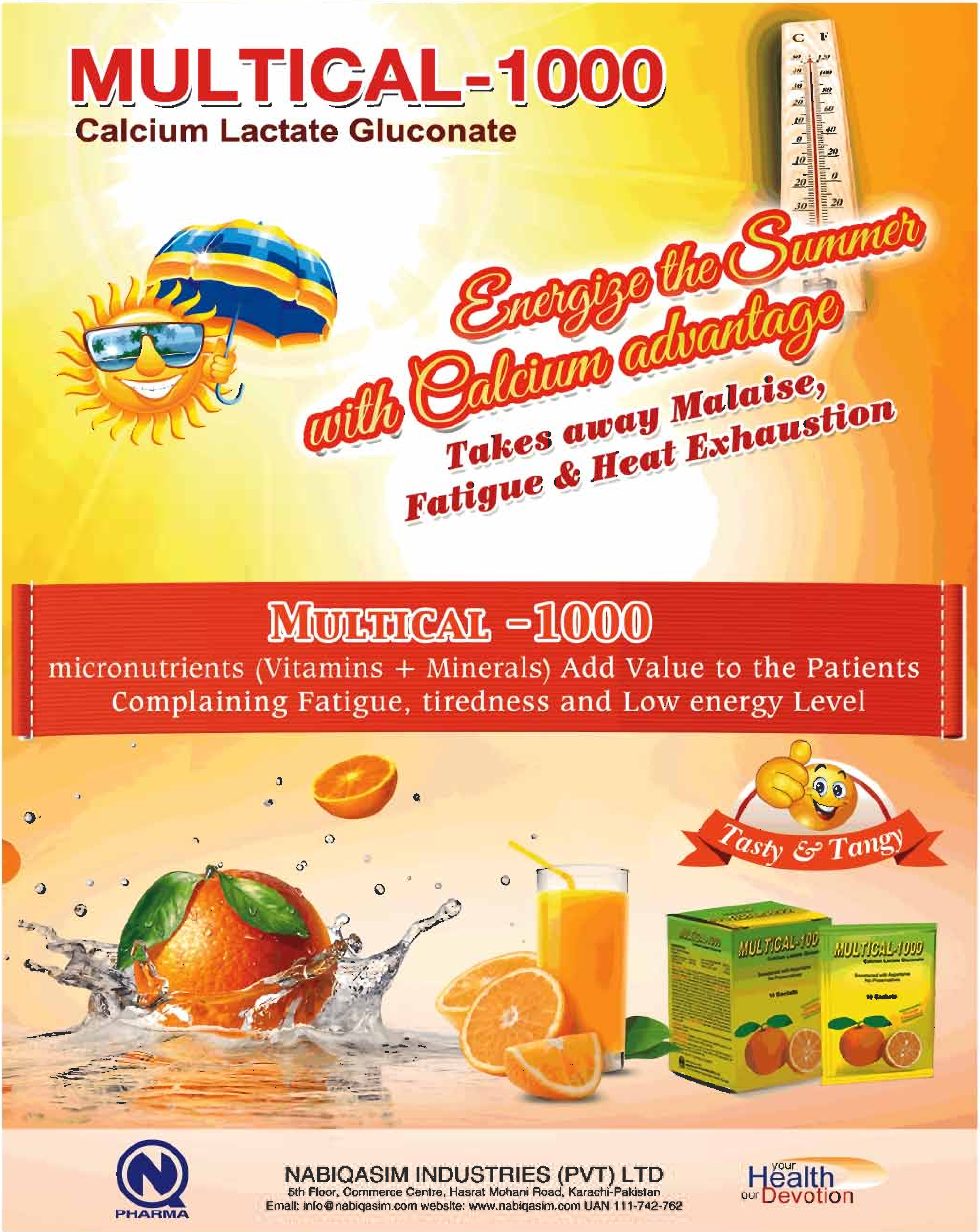
Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore